

اعتقادات امامية

توحيد

عدالت

نبوت

امامت

قيامت

رهلت ...

ناشر: مكتبة السبطيين - ثلاث افان مگودما

رسالہ شریفہ

اعتقادات الامامیہ

فی

ترجمہ الرسالۃ النلییۃ

تألیف لتالیف

فخر الاولین والآخرین رئیس المحدثین عالم ربانی حضرت علامہ محمد باقر المجلسی الاصفہانی اعلی اللہ مقامہ

ترجمہ و تحشیہ

صدر المحققین علامہ شیخ محمد حسین نجفی صاحب قبلہ مجتہد العصر صدر مآثر علمائے شیعہ (رجسٹرڈ) پاکستان

تعریف و تقریظ

شیخ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ

تقریض و تقدیم

جناب مولانا سید حسین عارف صاحب نقوی ایم، اے

مکتبۃ السبطين

طبع و نشر

۲۹۶/۹ - بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب : اعتقادات امامیہ فی ترجمہ الرسالة الیلبہ
 تصنیف : علامہ محمد باقر المجلسی اعلی اللہ مقامہ
 ترجمہ و تخریج : علامہ شیخ الحاج محمد حسین نجفی قبلہ بجمہد العصر
 طبع و نشر : مکتبۃ السبطین ۲۹۶/۹ - بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا
 سن اشاعت : ۱۴۰۶ء
 کمپوزنگ : محمد مجتبیٰ
 اشاعت : پارسوم
 قیمت : ۴۰ روپے
 فون نمبر : ۰۳۸-۳۲۱۷۱۶۱

باسمہ تعالیٰ

یہ رسالہ شریفہ و اعجازیہ مدنیہ اعتقادات امامیہ در ترجمہ رسالہ لیلیہ اس دیدہ زیب اور دلکش شکل و ہیئت میں مومنین کے مدت سے مشتاق ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے یہ جناب مستطاب الحاج چوہدری محمد اقبال صاحب آف اسلام آباد کے مخلصانہ تعاون کا ثمرہ ہے جناب موصوف نے اپنے والدین شریفین کے ایصال ثواب کی خاطر اس عجلہ مدنیہ کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے والدین شریفین کی مغفرت فرمائے اور آپ کو بیش از پیش اس قسم کے کارہائے خیر کے انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بجاہ النبی و آلہ

(وانا الاحقر محمد حسین نجفی بقلمہ سرگودھا)

۱۵ مئی ۲۰۰۶ء

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۶	تقریب	۱۔
۷	مقدمہ	۲۔
۱۲	اور کچھ مترجم کے بارے میں	۳۔
۱۶	گفتار اولین	۴۔
۱۹	اعتقادات الہامیہ	۵۔
۲۴	ضرورت وسیلہ	۶۔
۲۹	ضرورت حدیث	۷۔
پہلا باب		
۳۷	معرفت توحید کا بیان	۸۔
۴۱	تکلیف شرعی کا بیان	۹۔
۴۴	قضا و قدر کا اجمالی بیان	۱۰۔
۴۵	قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان	۱۱۔
۴۶	ملائکہ پر ایمان رکھنے کا بیان	۱۲۔
۴۷	حلول اور اتحاد کا بیان	۱۳۔
۴۷	روحیت باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ	۱۴۔
۵۳	ضروریات دین کا بیان	۱۵۔

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۵۷	عصمت نبی و ائمہ کا بیان	۱۶۔
۵۹	تفویض کی نفی کا بیان	۱۷۔
۶۱	تسلیم و رضا کا بیان	۱۸۔
۶۶	ملائکہ کا مقدس تذکرہ	۱۹۔
۶۸	عصمت ملائکہ کا بیان	۲۰۔
۶۸	فشار قبر کا بیان	۲۱۔
۷۰	جنت و جہنم کا بیان	۲۲۔
۷۳	شفاعت نبی و ائمہ کا بیان	۲۳۔
SIBT.COM دوسرا باب		
۷۷	کیفیت عمل کے بیان میں	۲۴۔
۸۰	نیت کی حقیقت کا بیان	۲۵۔
۸۸	حقیقی معلم کی تلاش	۲۶۔
۹۲	اسرار الصلوٰۃ کا بیان	۲۷۔
۹۵	ادبیہ جات	۲۸۔
۹۹	صوفیوں کی غلط روش پر تنقید	۲۹۔
۱۰۲	نوافل اور نماز تہجد کا بیان اور کچھ زیریں ہدایات	۳۰۔
۱۰۳	بعض اذکار و اوراد و مسنونہ کا بیان	۳۱۔
۱۰۸	زیریں ہدایات	۳۲۔

تقریظ صداقت حظیظ سرکار علامہ مفتی جعفر حسین قبلہ مدظلہ

سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ و سرپرست مؤتمر عطاء شیعہ پاکستان

باسمہ سبحانہ

رسالہ لیلیہ مجدد ملت جعفریہ آیۃ اللہ مجلسی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو عقائد صحیحہ اثناعشریہ پر مشتمل ہے اس کا ترجمہ العلامہ الحاجہ مولانا محمد حسین صاحب قبلہ ابقاہ اللہ للعالم والدین نے فرمایا ہے اور اس پر مفید حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔

ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اسے اپنے عقائد کی بنیاد قرار دے کیوں کہ یہی مذہب شیعہ کے صحیح عقائد ہیں جو اقوال و آثار ائمہ سے مستنبط ہیں۔

(مفتی جعفر حسین گوہر النوالہ)

مجدد ملت جعفریہ علامہ محمد باقر مجلسی اعلیٰ اللہ مقامہ و رفع فی الخلد اعلامہ کا رسالہ اعتقادات الامامیہ کتب اعتقادیہ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو زبان میں شائع ہو جناب العلامہ الحاجہ مولانا محمد حسین صاحب دام علاہ نے اس کا ترجمہ فرمایا اور اس پر توضیحی حواشی بھی تحریر کیے۔

اب اس کی دوسری بار اشاعت کا بیڑہ ثالث العزمین جناب سید محمد ثقلین صاحب کاظمی دام مجددہ جنرل سیکری ادارۃ تبلیغ شیعہ اسلام آباد نے اٹھایا جس میں مولانا موصوف نے حواشی میں معتد بہ اضافہ بھی کر دیا ہے جس سے کتاب کی افادیت و اہمیت بڑھ گئی ہے۔

توقع ہے کہ یہ اشاعت بھی سابقہ اشاعت کی طرح مقبول خواص و عوام ہوگی اور مومنین اسے اپنے معتقدات و نظریات کی بنیاد قرار دیں گے۔

مفتی جعفر حسین۔ گوہر النوالہ

۲۹ فروری ۱۹۸۰ء (بار دوم)

مقدمہ

محقق اسلامیات جناب مولانا سید حسین عارف نقوی ایم اے اسلام آباد

تمام فرق اسلامیہ میں سے شیعہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے جس کے جملہ عقاید و اعمال کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، شیعوں کے علاوہ اگر کوئی اور دعویٰ کرتا ہے تو وہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس کے لیے کوئی عقلی یا نقلی دلیل فراہم نہیں کی جاسکے گی۔ یہ شیعہ ہی ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَ شِيعَتُكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

”اے علی! تو اور تیرے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب و کامگار ہوں گے۔“

غالباً اسی وجہ سے جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسے شیعوں کے دشمن کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ”شیعہ اولیٰ ما مستقیم“ یعنی حقیقت میں شیعہ ہم اہل سنت ہی ہیں لیکن جب روافض اور زید یہ نے اپنے آپ کو شیعہ کہلوانا شروع کر دیا تو ہم نے (اتہام سے بچنے کیلئے) اہل سنت کہلوانا مناسب سمجھا۔ ہمارے قارئین یہیں سے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون سے جن افراد نے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے تھے وہ دراصل کون تھے؟ کیوں کہ بقول محدث دہلوی مرحوم ”شیعہ اولیٰ ما مستقیم“

صرف مذہب شیعہ ہی میں مردے کو دفنانے سے پہلے اور دفنانے کے بعد تلقین پڑھی جاتی ہے، تلقین کیا ہے؟ شیعہ عقاید کا تذکرہ، تاکہ مردہ اور زندہ دونوں عقاید کو سن لیں اور سمجھ لیں، وہ شیعہ عقاید کیا ہیں؟ جو تلقین میں موجود ہیں سنئے۔

(۱) اَللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهُ رَبَّنَا

(۲) مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَبِيّ

(۳) الْإِسْلَامُ دِينِي

(۳) الْقُرْآنُ كِتَابِي

(۵) الْكُفْبَةُ قِلْبَتِي

(۶) امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ اِلَیَّ الْحُجَّةُ الْمُنْتَظَرَةُ

(۷) مَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ

(۸) إِنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ

(۹) سَوَالٌ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ فِی الْقَبْرِ حَقٌّ

(۱۰) الْبَعْثُ حَقٌّ وَالْصِّرَاطُ حَقٌّ

وَالْبِيزَانُ حَقٌّ وَتَطَالُرُ الْكُفْبِ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ

وَإِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُورِ

یہ ہے شیعی عقائد کی مختصر فہرست، باقی تمام وہ باتیں جن کا اس میں واضح ذکر نہیں وہ ماجامہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آجاتی ہیں اس لیے یہ کسی بھی شیعہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار کرے کیونکہ ایسا کرنا دین سے خروج اور بغاوت ہوگا۔ اصطلاحاً ایسے شخص کو مرتد کہا جائے گا اور اگر اسلامی حکومت ہو تو مرتد کی سزا اٹل ہے، اس کی تفصیلات کتب فقہ میں مل سکیں گی۔

البتہ شیعوں کے علاوہ جو دیگر فرقے ہیں ان میں توحید سے لیکر قیامت تک اور نماز سے لیکر جہاد تک بعض عجیب و غریب خلاف عقل و نقل باتیں ملیں گی مثلاً دیوبندی حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے علاوہ باقی سب مشرک ہیں لیکن وہ خود امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی کے رسالے ”یک روزی ص ۱۲۵ پر صاف موجود ہے۔“ خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں جو ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے نام سے مشہور ہے ص ۳۵ طبع دہلی پر صاف لکھا ہے کہ: ”امکان کذب باہین معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مثلاً فرعون سے وعدہ ادخال نار کا کیا ہے مگر

ادخالِ جنت فرعون پر بھی قادر ہے۔“

حالانکہ سورہٴ زمر میں صاف موجود ہے:

وَاللّٰهُ لَا يَخْلِفُ الْوَعْدَ۔ ”وعدہ کیا اللہ نے اور نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے

کے۔“ یا بخاری شریف میں یہ الفاظ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم میں ڈال دے گا۔

اور شرح ”نقد اکبر“ طبع کراچی ص ۱۴۸ کے یہ الفاظ قائل غور ہیں: لَقَدْ لَقِلْ اِنْ

الامام ابا حنیفہ قال رأیت رب العزت فی المنام تسعاً وتسعين مرة لم راه مرة

آخری تمام المائۃ

”یعنی حضرت امام ابو حنیفہ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو خواب میں سو مرتبہ دیکھا۔“

امام ابن تیمیہ نے جو اصل حدیث اور دیوبندی دونوں کے مقتدا ہیں کا ٹکری پر بیٹھ کر یہ

کہنا کہ خدا بھی اسی طرح ٹکری پر بیٹھا ہے جس طرح میں بیٹھا ہوں اور اُس کی ٹکری بھی اسی طرح

پوں پوں کرتی ہے جس طرح میری اس سے باسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا توحید حقیقی

سے کہاں تک تعلق ہے؟

ان باتوں کو کہاں تک احاطہ تحریر میں لایا جائے، مختصر اشیہ ان نظریات کو توحید باری

تعالیٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور جب توحید ہی کا یہ عالم ہے تو

نخستہ اول چون نہد معمار کج

تا ثریا می رود دیوار کج

شیعوں کے علاوہ کوئی اور فرقہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے عادل ہونے کو تو قائل ہی نہیں،

اصول دین و ایمان میں عدل شیعہ کی پہچان ہے۔ اہل حکومت (؟) نے عدل خداوندی کو کیوں

چھوڑا؟ ذرا مولانا شبلی کی زبانی سنئے وہ اپنی کتاب ”علم الکلام“ ص ۲۵ طبع کراچی پر تحریر فرماتے ہیں:

”اختلاف عقاید کے اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتدا پالیسیکس سے یعنی ملکی

ضرورت سے ہوئی، بنی اُمیہ کے زمانے میں چونکہ سقا کی کا بازار گرم رہتا تھا، طبیعتوں میں شورش

پیدا ہوئی لیکن جب شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تھا تو طرفدارانِ حکومت یہ کہہ کر اس کو چپ کرا

دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے، ہم کو دم نہیں مارنا چاہیے۔

”أَمَّا بِالْقَلْبِ خَيْرٌ وَ شَرُّهُ“

نبوۃ کے بارے میں تو مخالفین شیعہ نے عجیب عجیب روایات گھڑ لیں، مثل بخاری و مسلم میں ہے ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یکذب ابراہیم علیہ السلام الا ثلاث کذبات۔“

”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین جھوٹ بولے۔“

لیکن جب اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو نبی ہی ہیں!! اس قسم کی روایات شیعوں کے مخالفین کی کتب میں بے شمار ہیں، مناظرہ مقصود نہیں صرف حقیقت کا انکشاف مطلوب ہے۔ اور پھر حضرت عمرؓ نے آخری وقت میں جو حضورؐ کے متعلق فرمایا، اسے احاطہ تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں، رہے انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولدین کریمین تو ان کے بارے میں امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ شرح فقہ اکبر طبع کراچی میں ۱۲۸ پران، لفاظ میں موجود ہے

”والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماتا علی الکفر ہذا و ذہ

علی من قال انہما ماتا علی الایمان۔“

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین نے کفر پر وفات یہ اس پر رد ہے جو کہتا ہے کہ نبیوں نے ایمان پر وفات پائی۔

ربا مسئلہ امامت تو یہ تو اپنی تمام معفات کے ساتھ شیعیت کے ساتھ مخصوص ہے رہے غیر شیعہ تو بخاری شریف میں موجود ہے

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اپنے امیر میں کوئی برائی دیکھے اور اس سے ناگواری محسوس کرے اسے صبر سے کام لینا چاہیے کیونکہ جو شخص باشت بھر بھی جماعت سے باہر ہوا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرے

اور اسی بخاری و مسلم میں موجود ہے

”نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مطیع کی طرف آئے، یام ۷ھ میں یزید بن معاویہ کے زمانے میں جب لوگ یزید کی بیعت توڑ رہے تھے۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ حضرت ابن عمر کے لیے تکید اؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں تمہارے پاس بیٹھنے کیلئے نہیں آیا بلکہ تمہیں تو ایک حدیث سنانے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے خود سنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے ہاتھ کھینچ لے گا یعنی اس کی بیعت توڑ دے گا، قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے آئے گا تو اس کے پاس نخت اور نہ ہان نہ ہوگی اور جو شخص مرگیا درآں حالیکہ اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں دو جہالت کی موت مر گیا۔“

چلے حضرت امام حسینؑ پر تو جو فتویٰ عائد کرتا تھا کر دیا مگر عبداللہ بن زبیر تو مغار صحابہ میں سے ہیں اور اگر اصحابی کا انجیم بھی صحیح ہے تو ان کی کیا پوزیشن ہے؟

اسی طرح آپ مجاہدین شیعہ کے تمام اصول و عقائد کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ زیر نظر کتاب لیلیہ حضرت علامہ حافظ محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، مجلسی علامہ ان معنوں میں نہیں ہیں جن میں یہ لفظ آج کل ہر کس و نا کس کے لیے استعمال ہو رہا ہے بلکہ بقول مرحوم مرزا محمد عسکانی: ”علامہ مصطلح است دریں کہ جامع علم منقول و معقول باشد“

”علامہ مجلسی ۱۰۳۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۱۰ھ میں انتقال فرما گئے۔ آپ سینکڑوں کتابوں کے مؤلف و مصنف ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب ”بحر الانوار“ کے آپ ہی جامع ہیں۔ یہ کتاب حال ہی میں امیرین میں سو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کا ناظر ہر دہا طین دیدہ زیب ہے۔ علامہ مجلسی نے اپنی اس کتاب میں دیگر کتابوں کی طرح ہر قسم کی صحیح، ضعیف حسن و غیرہ احادیث کو درج کر دیا ہے اس لیے اس فن کا ماہر ہی براہ راست اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

نہ ہر کہ سر ہتر اشد قلندری دانہ

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مجلسی کے زمانے میں بھی شیعوں پر اسی طرح الزام تراشی کی جاتی تھی جس طرح آج کل، آپ صحیح عقاید اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کتاب کے مطالعہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے زمانے میں صوفیا حضرات اسلامی عقاید سے ہٹتے جا رہے تھے اور انھوں نے بعض سن گھڑت اور اوو و ملائف کو اصل دین سمجھا ہوا تھا کچھ اسی طرح جیسا کہ آج کل ہمارے ملک میں بعض نام نہاد صوفیا کر رہے ہیں مزارات پر بعض ایسے افکار شیعہ ہو رہے ہیں جن کا شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مزارات کہ جنھیں دیکھ کر آخرت یا دآنی چاہیے تھی یہ عجیب اتفاق ہے کہ وہاں جا کر آخرت بھول جاتی ہے۔

کچھ مترجم کے بارے میں:

اس کتاب کا ترجمہ حضرت علامہ استاذ العلماء محمد اناسلام مولانا الحاج محمد حسین صاحب قبیلہ نجفی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے۔ مولانا موصوف قوم کے جٹ ہیں اور ڈھکو شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں جہانیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، والد کا نام تاج الدین تھا، ابتدائی تعلیم ثانوی کلاسوں تک دنیاوی مدارس میں پائی پھر ذہن پر علم دین کا غلبہ ہوا اور ایک شیعہ دینی مدرسہ محمدیہ جلاپور تنکیانہ ضلع سرگودھا میں داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا علامہ سید محمد یار شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا و رہا۔ رجسٹرڈ ضلع جھنگ میں استاذ العلماء مولانا محمد باقر صاحب نقوی مرحوم سے کسب فیض کیا ۱۹۵۳ء میں امتیازی طور پر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۰ء تک نجف اشرف میں رہ کر دینی تعلیم کی تکمیل کی وہاں کے اساتذہ میں آیت اللہ سید جواد تبریزی، آیت اللہ سید ابوالاسالی سبزواری، آیت اللہ محسن الحکیم اور حضرت آیت اللہ بزرگ تهرانی صاحب قائل ذکر ہیں۔

آپ نے حسب دستور دیئے ہوئے عنوان پر عربی زبان میں رسالہ لکھا اور یوں درجہ تخصص کو بھی طے کر لیا۔ تخصص کے لیے ہماری زبان میں "علامہ"، "ڈاکٹر"، اور "پی ایچ ڈی" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں جب وطن مراجعت فرمائی تو اس وقت مرکزی دینی درس گاہ دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کے مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے ۱۹۷۰ء تک برابر گیارہ سال اس خدمت کو بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں بوجہ چند در چند استعفیٰ پیش کر دیا، اس کے بعد سے آپ کو پھر کئی مرتبہ اس عہدے کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اب آپ نے ۲۲

کنال ۸ مرلے زمین سرگودھا میں حاصل کی ہے جس پر جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ تعمیر ہو رہا ہے اور برابر منازل ترقی طئے کر رہا ہے اور مومنین کرام خصوصی توجہ فرما رہے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مؤلف اور مترجم ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

۱۔ رسالہ اصلاح المحافل والمجالس

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس رسالے پر بہت لے دے ہوئی اس رسالے کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں تیسرا ایڈیشن اسلام آباد سے فاضل نوجوان مولانا سید محمد ثقلین صاحب کاظمی مدظلہ نے اس رسالے کی تنقیص کی صورت میں افادہ عام کیسے شائع کرایا ہے۔

۲۔ احسن الفوائد فی شرح العقائد

حضرت شیخ صدوق کی کتاب اعتقادیہ کی اردو شرح ہے عقلی اور نقلی استدلال سے ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ اصول اشریعہ فی عقائد الشیعہ

احسن الفوائد فی شرح العقائد کے ایک باب پر جو تنویض پر مشتمل ہے پر بعض شیخی خیالات کے افراد نے علوم اہل بیت سے قبی دامن ہونے کی وجہ سے اعتراضات کیے تھے، یہ کتاب ان کے جوابات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں شیخوں کے مقابلے میں شیعہوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۴۔ اثبات الامامت:

اس کتاب میں ائمہ اثنا عشریہم السلام کی امامت کو نصوص کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

۵۔ سعادت الذرین فی مقتل الحسین

مستند واقعات کر بلا پر مشتمل ہے، کیا ہی بہتر ہوتا اگر اس کتاب میں واقعات کر بلا کے عادل یعنی شہید کی روایات بھی قلمبند کر دی جاتیں تاکہ اس مقدمے کو عدالت میں لے جانا آسان ہو جاتا۔

پیر قمر لدین صاحب سیالوی نے شیعوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ”مذہب شیعہ تھا۔“ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب کو شیعیت تو خیر اپنے گھر کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں۔ یہ کتاب اس کی رد میں لکھی گئی ہے۔

۷۔ تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت:

”آفتاب ہدایت“ کرم دین صاحب ضلع چکول کی تالیف ہے، جو شیعوں کے خلاف انتہائی دل آزار انداز میں لکھی گئی ہے مولوی کرم دین صاحب مسکا بریلوی حنفی تھے۔ ”سیف الملوک“ کے مولف محمد بخش کھڑی شریف التونی ۱۹۱۱ء نے ایک کتاب ”ہدیۃ المسلمین“ دیوبندیوں کے خلاف لکھی تھی، اس کتاب پر مولوی کرم دین صاحب ”تبیین کی تقریظ بھی شامل ہے چنانچہ آپ کی تقریظ کے شعار یہ ہیں؟

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے ✽ جو بد باطن، خبیث اور بدزبان ہے
وہ کہلاتے ہیں ”لامذہب دہائی، ✽ بڑا گمراہ گمراہ و نجدیاں ہے،
میاں منگو ہیں بنتے اپنے منہ سے، ✽ بنا فرعون ہر ک بے سماں ہے
(”ہدیۃ المسلمین“ ص ۱۲۲)

مجھے اس وقت کرم دین صاحب کے مذہب سے بحث نہیں کرنی ان کا مذہب تو ”تذکرہ علمائے اہل سنت“ اور ”تاریخ احمدیت“ جلد ۲ میں دیکھا جاسکتا ہے بلکہ بتانا یہ ہے کہ ان کے صاحبزادے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بڑی ذہنائی سے ”آفتاب ہدایت“ کے جدید ایڈیشن میں اسے والد کو دیوبندی مسلک کا تابع لکھ مارا ہے۔

”تجلیات صداقت“۔ ”آفتاب ہدایت“ کا جواب یا صواب ہے جو چکول ضلع جہلم سے انجمن حیدریہ کے نوجوان کارکن جناب سید نیر حسین صاحب نقوی نے شائع کی ہے۔ البتہ قاضی مظہر حسین نے اس کتاب پر مختصر تبصرہ بھی کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اور تجلیات صداقت کے اگلے ایڈیشن میں اس تبصرہ پر بھی تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

۸۔ ”قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ“

یہ کتاب انشاء اللہ بہت جلد فقہی ابواب پر مشتمل شائع ہونے والی ہے۔ (بفضلہ تعالیٰ کئی بار صبح ہو چکی ہے)

ان کتب کے علاوہ ”تحفہ انشاء عشری“ کا جواب، ریڈ مرزا سٹ پر ایک کتاب اور فقہ جعفریہ وفقہ حنیفہ کا تقابلی مطالعہ کے عنوان سے بھی ایک کتاب ربر تایف ہے۔ اُمید خاطر ہے انشاء اللہ جلد مضمرہ شہود پر آ جائیں گی۔ ”مسبۃ المورید“ کا ترجمہ بھی مولانا نے کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے سینکڑوں مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تمام علمی کام ایسی حامت میں کیا ہے کہ سال میں شاید صرف ۱۰ رمضان المبارک ہی میں گھر بیٹھتے ہیں باقی تمام وقت تقاریر کے سلسلے میں صرف ہو جاتا ہے۔ پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا علقہ ہو، جہاں اس مرد مجاہد کی آواز نہ پہنچی ہو، کچھ اپنوں نے ذکر کیا کچھ غافضین نے، گزشتہ دو سالوں سے انگلینڈ مجالس محرم و جہلم کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔

کیا ہی بہتر ہوتا اگر اب علامہ مولانا محمد حسین صاحب قرآن و قرآیات اور حدیث کی طرف متوجہ ہوں کیوں کہ اردو زبان میں شیعوں کے ہاں لٹریچر ان موضوعات پر بہت کم ہے۔

احقر العباد سید حسین عارف نقوی اسلام آباد

۳ جنوری ۱۴۰۰ ۱۳۰۰ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء

۱۔ بحمد اللہ حضرت موصوف اپنی شری ذمہ داریوں سے گاہ جیں اور قرآن مجید کے ترجمہ و حاشیہ کے علاوہ دس جلدوں میں ایک تفسیر عدیم الظہیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن بھی مکمل کر لی ہے جسکی ۳۰ ٹھوپیں جدید پریس سے باہر آ گئی ہے۔ اور حدیث میں مشہور کتاب وسائل الشیعہ کا ترجمہ و تحشیہ بنام مسائل الشریعہ میں جلدوں میں مکمل کیا جو ربر چھپ رہا ہے نیز حدیث قدسی کے موضوع پر بھی ایک جامع کتاب بنام کواکب مضیہ در احادیث قدسیہ بھی شائع کی ہے، علاوہ بریں سال بھر کے اعمال و عبادات اور ریا رات کے موضوع پر بھی ایک مکمل کتاب بنام زاد عباد و یوم، لحد چھپ رہی ہے۔ اور بفضلہ یہ سلسلہ بدستور جاری و ساری ہے۔

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ (ناشر)۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گفتار اولین

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَنَحْمِيهِ وَنُطَمِّنُ عَلَى عِبَادِهِ الدُّنْيَا وَنُطَمِّنُ

آج قوم شیعوں کے جس نعران میں جلا ہے در جس نہ آشوب دور سے گزری ہے وہ بموجب "عیر راجہ بیاں" کسی تشریح و توضیح کا محتاج نہیں ہے۔ آج افراتفری اور اتار کی عام ہے اور مرکزیت و محبت کا فقدان ہے۔ آج ذاتی خیالات اور دینی اختراعات و قیاسات کا نام دینی اعتقادات اور مذہبی ایمانیات رکھا جاتا ہے۔ جہالتِ مرکبہ کا یہ عام ہے کہ ہر شخص اپنی عقل پر دینی کو "معرفت" کا نام دیکر خود عارف المعارف کہہ کر دوسروں پر تشہیم و کوتاہی کا الزام عاید کر رہا ہے اور ہر دینی شتر بے مہار کی طرح اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو حق و باطل کا معیار قرار دے رہا ہے۔ یہ نتیجہ ہے اس بے ہوشی و روش و رفتار کا کہ عامۃ الناس صرف جاہل ذاکرین یا عام غیر ذمہ دار مبلغین و مقررین سے عقاید و تقاضات و حق و حقیقت میں حاصل کرنے کے عادی بن چکے ہیں اور سمجھنے سے عام سنی سنائی باتوں کو دینی منزل کا درجہ دیتے ہیں اور ان کو عقلی و فہمی تنقید کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور علومِ ہدایت کی روشنی میں علماء و اعلام کی نکلی ہوئی کتب بکھامیہ ان کی نظروں سے اوجھل ہیں کیونکہ عوام الناس کی ان تک رسائی نہیں ہے اور نام نہاد اکثر خواص ان کے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ان حالات میں ہم بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان ناگفتہ بہ حالات کی اصلاح کا احسن و عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی قوم کے سامنے

مہم حقایق و کلام میں اپنے علماء و علماء کی بھی ہوئی علمی و تحقیقی کتابوں کے اردو میں تراجم و خلاصے پیش کیے جائیں تاکہ طالبانِ رشد و ہدایت کے لیے حق و حقیقت کا اردو وار اُکھل جائے اور دوسرے عام لوگوں پر بھی اتنا مجتہد ہو جائے۔

لیہلک میں ہلک عیسیٰ و یحییٰ میں عیسیٰ

چنانچہ پھر علامہ پہلے ہم بفضلِ بندہ تعالیٰ رئیسِ امجد شین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے لکھے ہوئے اعتقاداتِ شیعہ کا ترجمہ و اس کی مختلف تفصیل شرح "احسن النواہد فی شرح العقائد" کے نام سے قوم و ملت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور وہ کتاب جو بے تعالیٰ قبولِ عام کی سند و دام حاصل کر چکی ہے اور چونکہ وہ بی بی طہیم اور علمی و تحقیقی کتاب ہے نہ قدرے مشکل اور نہ عقل و تدقیق پر مشتمل ہے اور ہر شخص کی ذہنی سطح اس قدر بلند نہیں کہ اس سے کیا حق استفادہ کرے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ تمام حقایق اہم و اثباتِ عشریہ کا عقدہ مگر جامع خاکہ بعض سارے مذاہب سے فقہ سے پیش کیا جائے تو اس سلسلہ میں ہماری فکر انتہا پر مرقع المذہب والذین، تقریر اعظم والعلماء، الرافضیین العالم اربابی حضرت علامہ محمد باقر مجلسی اصفہانی اعلیٰ اللہ مقامہ کے رسالہ شریف معارف بہ رسالہ بیتہ اعتقاد یہ پڑنی جو باوجود مختصر ہونے کے تمام بنیادی عقاید و معارف اور زندگی گزارنے کے ذریعہ اصولوں پر مشتمل ہے۔ سرکارِ علامہ بھی کچھ ایسے ہی حالات سے دوچار تھے جس حالت سے ہم دوچار ہیں۔ سرکار نے درحقیقت کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ حضرت علامہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ یہ وہی سرکارِ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ ہیں جن کے مذہبی و فنی خدمات جلیلہ کے پیش نظر شاہ عبدالعزیز دہلوی نے "تہذیبِ عشریہ" میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ "اگر بتاؤں کہ دینِ شیعہ راہدین مجلسی ہر آئینہ در کمالِ خود ہو" (اگر مذاہبِ شیعہ و مجلسی کا مذہب کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔)

بہرِ نوع ہماری تازہ پیشکش اسی رسالہ جدید کا رواں دواں اور مطلب خیر ترجمہ ہے جو باہما مفید حواشی سے مزین و مرصع ہے۔ ہمیں اپنی قوم کے علم و مذہب دوست طبقہ سے رجاء

وائقی و اُمید کامل ہے کہ ہماری اس تازہ مجلس پیشکش کو بظرف استحسان و اعتنائ دیکھیں گے اور اس کو وہ مقام دیں گے جس کی وہ مستحق ہے۔ واضح رہے کہ علماء و محققین میں دیکھیں الحمد للہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ عدیم المثال عالم دین ہیں اور علماء متاخرین میں خواص بحار الانوار حضرت علامہ مجلسی عدیم الظہیر فاضل متین ہیں ہم نے دونوں بزرگواروں کے محنت شاقہ سے اللہ سبحانہ کے قرآن اور چاروں معصومین علیہم السلام کے کلام حق ترجمان کی روشنی میں پیش کردہ عقائد اسلام و ایمان ناقصین کرام کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں تاکہ عوام اور خواص پر حجت تمام ہو جائے تاکہ کل فردائے قیامت کوئی بدعتیہ و آدمی کوئی عذر راہبانہ پیش نہ کر سکے اور ہم پر عقائد انکار میں جدت و حدت کا الزام نہ لگاسکے و اللہ من وراء الغدد۔

والا الاحقر محمد حسین نجفی عفی عنہ

۲۵ فروری ۱۹۸۰ء بمطابق

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

تاریخ نظر ثانی برائے طباعت ثالث

۳ اگست ۲۰۰۵ء ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

یروز بدھ بوقت پونے چار بجے دن

والحمد للہ

رسالة الاعتقادات للعلامة المجلسي عليه الرحمة

اعتقادات الامامية هي ترجمة الرسالة النبوية

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي سهل لنا
سلوك شرائع الدين و اوضح
اعلامه و بين لنا مباحح البقبي
لما كمل بذلك علينا انعامه و حفظ
سند اسيانه و نعمة اصفياه
فاستقدما به من شفا حروف
الهلكات و بضر ما به طريق الارتقاء
على اعالي الذرحت و اكرما باهل
بيت بيته سادات البشر و شعاع
يوم المحشر لنور قلوبنا باسوار
هدايتهم و شرح ضرورنا باسرار
محبتهم صوات الله عليهم ابد
الابد و لعمري الله على اعدائهم
احمعي و اما بعد فيقول المشتاق
الي ربه الغافر ابن محمد تقى
محمد باقر اوتيا كتابهما يمينا و

بسم الله الرحمن الرحيم

و به يستعين و يصلى و يسلم على رسوله
الكريم و اله الطاهرين و يلص على اعدائهم
احمعي من يوم عداوتهم الي يوم الدين بل
ابدا الابدين و دهر الداهرين

ابجد اسر كار علامه مجلسي عليه الرحمه نطلب
مستودعہ کے (بعد جو کہ حمد خدا و ثناء معظی اور
مدح اسر علی پر مشتمل ہے) فرماتے ہیں کہ
اپنے رب غافر کی رحمت و مغفرت کا مشتاق محمد
باقر ابن (ناضل) محمد تقی (مجتبیٰ) خدا دونوں
باپ بیٹے کا نامہ عمل ان کے واسطے ہاتھ میں
آئے "ان کا حساب تسمان فرمائے، کہتا ہے
کہ مجھ سے اس شخص نے خواہش کی جسے
خدائے رحیم نے رشد و ہدایت کے راستوں
کے طلب کرنے کی رہنمائی فرمائی ہے اور
جس کے دل و دماغ میں قیامت کا خوف و ہدایت
فرمایا ہے کہ میں اس کے لیے وہ جادو ز شد و
ہدایت واضح و آشکار کروں جو خدائے رحمن
نے (ازرا و لطف و امتنان) میں نے آشوب زمانہ

میں مجھ پر واضح کیا ہے، جس میں لوگوں پر (حق کی) راہیں مشتبه اور بدکت گاتیں تیار و تار ہو گئی ہیں اور شیطان اپنے دوستوں پر رنی طرح مسلط ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ ان کو چاہو بدعت میں ڈال رہا ہے، اور اس نے اس کے جتنی داسی عوام و انصار نے لے دیے ہیں اور ان کو ادھر ادھر بھڑک رہے ہیں اور ان کی نظروں میں بدعت و منکرات کو حق و حقیقت کے لباس میں پوش کر رہے ہیں، ان حالت میں مجھ پر واجب تھا کہ میں اس کے لیے (بلکہ یہ غالباً رشد و ہدایت کے لیے) حق اور سچات کو روشن شایان، واضح دیلوں اور غیر مسم بیانوں کے ساتھ کھول کر بیان کروں، اگرچہ (ایسا کرنے سے) مجھے بدعتی لوگوں کے فرعونوں سے (ذاتی نقصان و زیان کا) خطرہ اسن گھر ہے، (مگر ظہار حق کے سلسلہ میں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے)

میرے دینی بھائیو! اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کسی قسم کی کئی و کوتاہی نہیں کروں گا اور جو کچھ حق و صدق مجھ پر ظاہر و آشکار ہوا ہے اس کے اعتبار میں کسی قسم کی پہلوئی نہیں کروں گا،

حوسبا حساباً یسیراً انه قدم علی بعض من هداه اللہ الی طلب مسالک الحق والرشاد و اودع لہ خوف المعاد ان ینسئ لہ ما ہدای اللہ تعالیٰ الیہ من طریقۃ النجاة علی ہذا الزمان الدی اشبه علی الناس الطرق و اظلم علیہم المہالک و استحوذ الشیطان علی اولیائہ فارادہم المہالک فصب الشیطان و احرابہ من الحق و الانس علی طریق التسلک الی اللہ فحرفہم یمناً و شمالاً و سولواہم علی مثال الحق بدعة و ضلالاً فوجب علی ان ابین لہ منہج الحق و النجاة باعلام نیرۃ و دلائل واضحۃ و ان کنت علی و حل من فراعۃ اهل البدع و طغیابہم

فاعلمو یا اخوائی اسی لا اخواکم بصحاً و لا اطوی عکم کثفاً فی بیان ما ظہر لی

من الحق و ان رغمت منه
المراغم و لا احالف في الله
لومة لائم

اگرچہ یہ حقائق بعض لوگوں کو ناگوار ہی
نہیں تھے مگر یہ کیوں کہ میں خدا کے معاملہ
میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی
پر وہ نہیں کرتی

سرکار محمد و آل محمد کا مقدس تذکرہ:

برادران ایمانی! ادھر ادھر نہ بھٹکو اور
یقیناً جان لو کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم
السلام کی عزت و عظمت اور مجدد کرامت کا یہ
عالم ہے کہ خداوند عالم نے ان کو اپنی تمام
خلق پر افضلیت و برتری عطا فرمائی ہے اور ان
کو اپنے علم و حکمت کا خزانہ قرار دیا ہے۔
یہی وہ ذات مقدسہ ہیں جو اس عالم وجود کے
ایجاد و تخلیق کا مقصود اصلی ہیں اور یہی ذات
عالی شفاعت کبریٰ و مقام محمود کے ساتھ
مخصوص ہیں اور یہی نفوس زاکیہ عالم ذیہ اور
عالم آخرت میں بندوں تک خداوند عام کے
فیض و برکات کے (پہنچنے) کا وسیع ذریعہ ہیں
کیونکہ یہی برادر گوار (بد واسطہ فیوض الہیہ اور

یا اخواشی لا تدھو شمالاً و
یمناً و اعلموا یقیناً ان الله تعالیٰ
اکرم بینه محمداً و آلہ سلام اللہ
علیہم بفضلہم علی جمیع خلقہ و
جعلہم معادن علمہ و حکمتہ فہم
المقصودون فی ایجاد عالم الوجود
المخصوصون بالشفاعۃ الکبریٰ و
المقام الم محمود و اہم و سائط
فیوض اللہ تعالیٰ فی ہذہ النشاء
و النشاء الاخری اذہم العابدون

اور یہی اس جہان مترجم و شارح کا مسلک اور نظریہ ہے جس پر اس کی زندگی کے تمام
امیہاں و انھیں و فکر و افکار و اس کے عمل و انہماکات صادق ہیں، گویا کہ کوئی بات نہیں
اسے ناکارہ قرار دے کہ وہ ہے۔

خدا رکے سروں پر قوم کے سایہ فراہم
کے ہا خدمت دین لا خلف من لومہ (مذہبی غلطی)

رحمتِ قدس کے قبول کرنے کی اہلیت و
لیاقت رکھتے ہیں۔ پھر ان کے توسط و واسطے سے باقی
موجودات پر رحمتِ ایزدی کا فیضان ہوتا ہے۔

طلب حاجت کے وقت (یعنی اس سے پہلے
اور اس کے بعد) ان حضرات پر درودِ سلام
بھیجئے اور ان کے ساتھ توسل حاصل کرنے میں
یہی حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ دعا مستجاب ہو جائے
اور مقصد برآوری ہو جائے کیونکہ ان پر درود
و سلام بھیجنے کی درخواست تو کبھی رد نہیں ہوتی
کیونکہ مبداء (ذات احدیت) فیض و جود ہے
اور محل (یہ ذوات مقدسہ) قابل ہے
(پھر درخواست منظور کیوں نہ ہو اور یہ بات احدیت
احدیت کے شایانِ شان نہیں ہے کہ دعا کے ابتدائی
اور انتہائی حصہ کو تو قہراً فرمائے اور درمیانی حصہ

للمیوس الا لہیۃ والرحمات
القدسیۃ و یوسطہم (و یظہلہم)
فیض الرحمة علی سائر
الموجودات و ہذہ الحکمۃ فی
لرؤم الضلوة علیہم و التوسل
بہم فی کل حاجۃ لا مد ادا علی
علیہم لا یرد

لان المبدأ فیاض و المصل
قابل و ہو کتبہم فیض علی
الذاعی بل علی جمیع الخلق

بعض فاسد عقیدہ والوگ سرکارِ ملامہ کبھی یہیہ رحمت کے نہ کو رہا کلام کو بموجب
تاویل القول یا، برضی بہ قائلہ، اپنے اس عقیدہ باطلہ کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر
اطہار کے واسطے فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ”یہ ذوات مقدسہ خدا سے لیتے ہیں اور بندوں کو
دیتے ہیں“ ”یہ کہ“ ”یہ برہمگوار خلق و رقی میں واسطہ و آل خداوندی ہیں یعنی ان کے ہاتھ سے
خدا خلق و رزق کا کام انجام دیتا ہے۔“ حالانکہ سرکارِ ملامہ کے اس پورے کلام میں معصومی
سبھی غور کیا جائے تو یہ بات رو بہ روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ
کے واسطے فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات باعصمت تفسیقی موجودات و مختلف عالمی ممکنات
ہیں یعنی خداوندِ عالم نے رُئی سے رُئی تک اور عرش سے فرش تک جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب ان
کی برکت اور ان کے طفیل پیدا کیا ہے یعنی اگر خداوندِ عالم کو ان ذواتِ قادرہ کا پیدا کرنا
مقصود نہ ہوتا تو کائنات کی کوئی بھی چیز ختمِ عدم سے نکل کر عرصہٴ وجود میں کبھی قدم نہ رکھتی

کو رو کر دے) اور ان کی برکت کا فیضان نہ صرف اس ذمہ کرنے والے پر بلکہ تمام مخلوق خدا پر برابر جاری و ساری ہے۔ مذکورہ بالا مطلب کو تمہارے ذہن نشین کرانے کیلئے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ فرض کرو ایک شریف کوئی جاہل بدو جو کسی قسم کے اکرام و احترام کے لائق نہیں ہے، بادشاہ کے دروازے پر حاضر ہو اور بادشاہ اس کا اکرام و احترام کرے، اس کے لیے دسترخوان بچائے اور اس پر مختلف انواع و اقسام کے کھانے چوائے تو عقلتے روزگار اس بادشاہ کو قسم عقل اور سب سے بڑے قہرروں کے، مختلف اس نے اگر وہ یہ سارا نظام و اہتمام اپنے کسی خاص مقرب پر گادیا اپنے کسی وزیر ہتھیار یا کسی امیر کبیر کے لیے کرے اور پھر کھانے کے وقت کوئی ٹکڑی یا ہڈی آکر کھانے میں شریک ہو جائے بلکہ اگر ایسے موقع پر ایسے بزرگوں آدمی بھی آکر اس فیض میں شامل ہو جائیں (اور ان کو روکا نہ جائے) تو یہ بات بادشاہ کے لیے قابل تعریف سمجھی جائے گی اور

امثال لکم مثلاً تقریباً الی
المہامکم مثلاً اد جہاء کردی او
اعرابی جاہل غیر مستاہل
للاکرام الی باب السلطان

فامر له السلطان بسط
الموائد و انواع الکرم و الموائد
یسبہ العقلاء الی قلۃ العقل و
سخرافۃ الرائف بخلاف ما ادا
بسط دالک لا حد من مغربی
حضرہ او وردانہ او امرانہ فاحابہ
فحصر الکردی او الاعرابی تلک
المائدۃ لاکل یکون مستح
بل لواکل مہ آلاف امثالہ یعذ

جیسا کہ سرکار علامہ نے بادشاہ اور بدو کی فیاض دلی مثال سے اس مطلب کی پوری پوری وضاحت کر دی ہے اور اس سے علامہ مرحوم کی حوصلہ دلی تمثیل کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔ (جو سرکار موصوف نے ذرا آگے چل کر پیش کی ہے) اس سے بطور استعارہ اصل مقصد ان حضرات کا علیحدہ فائی ممکنات ہونا ثابت کرتا ہے و جس اس کا یہ مطلب پر گزرتا ہے کہ یہ

من جمیل الکرم بل ربما بعد معہ
فیہا

اس کے معنی کارناموں میں شمار ہو گی، بلکہ
ایسے موقع پر ایسے حقیر لوگوں کو روک دینا
قائم ماموت فعل سمجھا جاتا ہے۔

وایضاً کما فی غایۃ
البعث عن جواب قدسہ و حریم
ملکوتہ و ما کما متوسطین ساحۃ

ضرورت و سبلہ و فلسفہ بشریت انبیاء
چونکہ ہم دو گ طبعی کثافتوں کی وجہ سے
خداوند قدوس (جو کہ تجر دو لطافت کے آخری
درجہ رفیعہ پر فار سے) کی سادہ قدس سے
بہت دور ہیں اور ہم جیسی حقیر اور عزت و

برگوار خدا سے جتنے در غلوں کو دیتے ہیں جی تمام عالم کو جو چلتے ہیں، در خلق و در رق میں
خدا کے آیت و سبب ہیں۔ یہ مطلب باطل و باطل سے چنانچہ عالم جمیل آقا سے سید
عبدالحسین اپنی کتاب "اسکھ الطیب جلد ۱ ص ۹ طبع مصلیوں پر لکھتے ہیں
"واسط فیض ہون باین معنی کہ از خدا کی خدا و خلق بدینہ، چنانچہ جیسے کہاں کردہ اند درست
نیست نہ تنہا دیکھئے نہ اسے ثابت آں مدعا درند بلکہ اولیٰ بر خلاف آں قائم ست و اس عقیدہ
ہا تو حید افعلی منافات دارد۔" یعنی اگر ظہار کا دین معنی واسط فیض ہونا کہ خدا سے لیتے ہیں اور
خلق کو دیتے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، درست نہیں ہے۔ عدو دس کے کہ اس
مطلب کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے بر خلاف دلائل قائم ہیں، یہ عقیدہ و توحید
افعال کے منافی ہے۔ "سید العلماء مولانا سید حسین نقصوی نے "حدیثہ سلطانہ" جلد ۳ ص ۹۱ طبع
نقصوی واسط فیض یعنی خدا کی لہی کو ضروریات دین سے قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "طی
واسط فی الخلق از ضروریات دین است" اور اسی جہد کے ص ۸۷ پر اس عقیدہ باطلہ کو کفر قرار
دیا ہے۔ "در روایات و کتب باثر است کہ قول آں دو واسطہ کفر ست" اس خلاق کی روشنی میں
واضح و آشکار ہو گیا کہ اس ذات عالیہ کے وسیلہ واسط ہونے کا صحیح معنوم یہ ہے کہ وہ طلب
عناکی ممکنات و حاصل مقصود کائنات ہیں اور ان کے توکل و تحیل سے ہر گاہ کوہیت میں دعا کیں
قبول، عبادات مقبول اور حاجات چوری ہوتی ہیں اور اسی کے صدقہ سے اہل عالم کو اللہ کی سرکار
سے سب پہنچا رہا ہے۔ (منہ بھی عزت)

عنایت سے تہی دست اور فقیر مخلوق کا براہ راست) اس کی بارگاہ عزت و جبروت سے کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اس لیے عقلاً ضروری ہے کہ ہمارے اور ہمارے اس عظیم پروردگار کے درمیان کچھ ایسے سفیر اور واسطے ہوں جو واسطے رکھتے ہوں یعنی جہت قدسیہ و روحانیہ اور حالت بشریہ و انسانیہ دونوں رکھتے ہوں تا کہ پہلی جہت (قدسی و روحانی) کی بناء پر ذات احدیت سے ان کا رابطہ قائم ہو اور اس سے احکام و مصالح حاصل کر سکیں اور دوسری جہت (بشری و انسانی) کی بناء پر عام مخلوق سے مناسبت رکھتے ہوئے انہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا سکیں۔ یہی حکمت کے قش نظر خالق حکیم نے اپنے ان سفیروں اور نبیوں کو بظاہر انسانوں کی قسم سے بنایا مگر یہ طعن اخلاق و اطوار اور نفوس و قابلیات میں ان سے ممتاز و مبائن قرار دیا۔

عزہ و جبروتہ فلا بدان یکوں
بسا و بیسا سہرہ و حب
ذو اجہاب قدسیہ و حالات
بشریہ یکوں لہم بالجہات الاولی
ارتباط بالاجاب الاعلی یاخذوں
منہ المحکم و یکوں لہم بالجہات
الثانیہ مناسبہ لدخلق یلقون الیہم ما
اخذوا عن ربہم فلدا جعل اللہ
تعالی سفرانہ و آیاتہ ظاہراً من
حسن البشر و یاطأ مبایا عنہم
فی اطوارہم و اخلاقہم و ہوسہم

سچی، عقیدہ و گہ اپنے اس خانہ ساز فکر یہ جملہ کہ سرکار محمدؐ علیہم السلام کی نوع انسانی نوع سے جدا گانہ ہے، کو سہرا دینے کیسے سرکارِ عظمیٰ مجسمی کے رسالہ میں اعتقاد یہ کی یہ عبارت بھی پیش کیا کرتے ہیں، حالانکہ اگر یہ نظر بدل و انصاف دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس عبارت کو ان دونوں کے اس فاسد عقیدہ کے ساتھ کچھ بھی ربط و تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا صاف و صریح مضمون یہ ہے کہ یہ دو امت مقدسہ گو ہیں تو انسان مگر اپنے مخصوص روحانی کمالات و رفقتوں، معجزات و ہر پروردگار کے تمام نعمتوں سے ممتاز ہیں اور اس بلندی مقام و رفعت میں وہ بھی انسان ان کا شریک نہیں ہے جیسا درجات و مقامات میں اس قدر تفاوت ہے کہ ہم خاک میں تو وہ اکسیر، ہم پتھر میں تو وہ گوہر ہم سنگ خارا میں تو وہ پارس، ہم

و قابلاتہم فہم مقنسون	یہ یہ دو مقدس روحانی بزرگوار ہیں جو کہتے
روحانیوں قانون اما انا بشر	ہیں کہ ”ہر تم جیسے بشر ہیں“ تاکہ ان کی
منکم لئلا یسر علیہم امہم و	امت ان سے نفرت نہ کرے بلکہ ان سے
	مانوس ہو ورنہ سے (احکام) قبول کرے

دروہیں تو وہ آفتاب ہم جاعل ہیں تو وہ م۔ ہم ناقص ہیں تو وہ کامل، ہم مثل قالب ہیں تو وہ جان
عام اس بات کا کوئی بھی اہل ایمان اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ انسان ہوتے ہوئے تمام عبادت،
صفات اور کیفیات میں بھی عام انسانوں جیسے ہیں بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ باطلاق جمیع ممکنہ و
تمام الوان عالم میں سے افضل و شرف کو ہا انسان ہے اور یہ بزرگوار ای اعلیٰ و اشرف نوع کے
افضل و اکمل افراد ہیں اس لیے یہ تمام کائنات عوی، سفلی اور ارضی و سماوی سے اشرف و اعلیٰ
والفضل ہیں، اسی مطلب کو سرکارِ عالم سے ”تیسرا تور“ جلد ۵ ص ۱۱۵ میں قدیم پرچی وضاحت و
صرحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ بشریت انبیاء و فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فاعب و انصی حکمتہ الیالذہ ان یعرف حلقہ بالتوحید و بحصوہ بہ و لم
یکس ذلک ممکنا الا برسال الرسل لما قد تمہد من کمال علوہ و نہایہ سموہ و
انحصار درجۃ المکلفین و حیلہم و عجزہم فلذا جعل بہہ و ہن حلقہ سفراء یقبض
عہم من حیلہ کمالہم و یقبضوا علی الخلق من حیلہ مشربہم و معانستہم الخ

یعنی خدا کی حکمت بالغہ نے چاہا کہ اپنی مخلوق کو اپنی توحید کی معرفت کرے تاکہ وہ
اس کی توحید کے قائل ہو سکیں اور یہ امر رسولوں کے بھیجے بغیر ممکن نہ تھا کیونکہ وہ جہاں و
رہت اور عزت و عظمت کے آخری بلند مرتبہ پر فائز ہے اور مخلوق بجز قصور اور جہل و نادانی کے
انتہائی پست درجہ پر ہے اس لیے اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کچھ ایسے سفیر مقرر
فرمائے ہیں جن کے (روحانی) کمال کی وجہ سے خدا اس پر (حکام کا) فیضان کرتا ہے ورنہ اپنی
بشریت اور پجاست کی وجہ سے (ان حکام و اوامر کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اس میں بالذکر الہام ہاں
سے واضح و بیان ہو گیا کہ اس امتیاز و سببیت سے صفات و کمالات میں مباحثت مراد ہے نہ کہ

یَقْبَلُوا مِنْهُمْ وَيُؤْتُوا بِهِمْ لَكُونُوا مِنْهُمْ وَشُكِّلُوا لَهُمْ
 يَشِيرُ قَوْلُهُ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا
 لَجَعَلْنَاهُ بَشَرًا وَلِلْبَإِ عَالِيَهُمْ مَا
 يَلْمُونَ.

کیونکہ وہ (انبیاء و اوصیاء) اسی (آئندہ) کی قسم
 سے ہیں اور اسی کی شکل و صورت پہ ہیں۔
 خداوند عالم کے اس ارشاد میں اسی مطلب کی
 طرف اشارہ ہے کہ اگر ہم کسی فرشتہ کو نبی
 بناتے تو بھی مرد بنا کر بھیجتے۔

ذات و ماہیت میں، نیز عقل نہ رہے کہ سرکارِ خلاصہ یا دیگر علماء اہل علم کے کلام میں رد شدہ و لفظ
 جنس سے اس کے طوی معنی (قسم) مراد ہیں نہ کہ منطقی معنی کمالاً یخفی علی مانہ ادبی الصام
 بکلام، العلماء الاعلام، الفرض یہ کہتا کہ اس روایت مقدمہ کی نوع انسانی نوع سے خدا ہے، یہ
 نظریہ قرآن کریم، تعلیمات معصوم، مسلمات عقل سلیم اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے اس
 لیے یہ عقیدہ رکھنا موجب ضلالت و گمراہی ہے۔ اس قاصد نظریہ کے ایجاد و اختراع کا سر اشیخ احمد
 احسانی کے سر ہے جو تمام شیعہ مراجع عظام و فقہائے کرام کے نزدیک ضال بھی ہے اور مضل
 بھی، اس مسئلہ کی تمام تفصیل دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب ”اصول الشریعہ فی
 عقائد الشیعہ“ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (مت غنی عنہ)

اور اسی بیان سے اس مشہور روایت کی تفسیر بھی
 ممکن ہے جو عقل کے متعلق وارد ہے۔ (ص ۱۱۱)
 مذکور ہے کہ خالق اکبر نے عقل کو خلق کرنے کے بعد
 فرمایا: ”تے بڑا تودہ“ کے بڑی پھر فرمایا پیچھے ہٹ تودہ
 پیچھے ہٹ گئی، اس وقت خدا نے عقل سے خطاب کر
 کے فرمایا: ”میں نے تجھ سے بڑھ کر کوئی مکرم و معزز
 حقوق خلق نہیں کی، جس تیرے ذریعے سے ہی جزا و سزا
 (دوس کا۔ اصول کافی، وغیرہ)

میں طور پر عقل سے پیغمبر اسلام کی ذات و صفات
 صفات مراد ہونے چاہئے اور ”تے بڑھنے کے حکم سے
 مقصد یہ ہے کہ وہ افضل و مکمل اور قرب و اوصاف کے
 بلند مراتب حاصل کریں اور پیچھے ہٹنے کے حکم کا
 مطلب یہ ہو کہ وہ ان اعلیٰ مراتب و مدارج پر فائز
 ہونے کے باوجود لوگوں کی تکمیل و تزکیہ کے لئے
 پست ورجہ کی طرف متوجہ ہوں اور ممکن ہے کہ خدا کے
 اس ارشاد کا اشارہ بھی اسی طرف ہو کہ خدا نے تمہاری
 طرف ایک رسول مازل کیا ہے یعنی یہ نزول
 آنحضرتؐ وان کے اس بلند و بالا مقام سے جس کا نہ
 کوئی نیا مرسل ممکن ہو سکتا ہے اور نہ ملک مقرب
 قادر بر حقوق سے ساتھ ہو واد ہاش اختیار کرنے پھر
 کو مانوس کر کے راہ راست پر لانے اور اس پر
 چلنے کے پست ورجہ پر لا کھڑ کرے سے کتاب یہ ہے
 اور وہ امر و احکام کے علاوہ دیگر فیوض و برکات اور

و به ممکن تفسیر العبر
 المشهور فی العقل بان یکون
 المراد بالعقل نفس الی و
 امره بالاقبال عبارة عن الطلب
 الی مراتب الفضل والکمال و
 القرب والوصول و ادبارہ عن
 التوجه بعد الوصول الی القصی
 مراتب الکمال الی التمرؤ من
 ملک المرتبة و التوجه الی
 تکمیل الخلق

و بمکس ان یکون قوله قد
 اسول الله الیکم رسولاً مشیراً
 الیه بان یکون اسوال الرسول
 کدابة عن نزلہ من ملک
 الترجمة القصوی الی لا
 یسمها ملک مقرب و لا یسمی
 مرسل الی معاشرۃ الخلق و
 هدايتهم و مواستهم فکدالک
 فی اصالة سائر القیوض و

عقائیات میں بھی یہ بزرگوار اپنے پروردگار اور دیگر
 مہم موجودات کے درمیان وسیع واسطہ ہیں یعنی خدا
 کے ہر فیض و جود کی تدان ذات مقدسہ سے ہوتی
 ہے، پھر (ان کے فضیل) دوسری مخلوق پر اس کا فیضان
 ہوتا ہے، پس ان ذات عالیہ پر درود و سلام بھیجنے
 سے اصل مقصد یہی ہے کہ خدا کی رحمت واسعہ کو اس
 کے محض اور اس کے فیض کو اس کے مقسم کی طرف
 کھینچ جائے تاکہ اس طرح تمام مخلوق تک اس کا
 فیض عام پہنچ سکے۔

ضرورت حدیث کا بیان:

پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جب
 خداوند جلیل نے اپنے نبی معظم کی تائید و تکمیل
 فرمادی تو فرمایا جس بات کا رسول تمہیں حکم دے
 اسے لے لو اور جس بات سے تمہیں روکے اسے اس
 سے رک جاو جس خالق مہد کے اس رشاد کے
 مطابق ہم پرانے کے اصول و فروع اور معاش و معاد
 (دنیا و آخرت) کے معاملات میں آنحضرت کی
 اتباع و پیروی واجب ہے اور اپنے (دین و دنیا کے)
 تمام امور کو ان سے حاصل کرنا لازم ہے اور (یہ بات
 بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ) جناب رسول خدا (اپنے
 بعد) اپنے حکم و معارف، اوامر و احکام، و اخبار و آثار
 اور آیات قرآنیہ و معجزات ربانیہ اپنے اہل بیت علیہم
 السلام کے سپرد فرمائے ہیں چنانچہ اپنی متواتر حدیث

الکلمات و ہم و سائط بین
 ربہم و بین مائر الموجودات
 فکل فیض وجود یدنا بہم صلوات
 اللہ علیہم ثم یقسم علی مائر
 الحلق فی الضلوة علیہم
 استجاب الرحمة الی معادہا و
 للقبوض الی مقسمہا لبقسم
 علی مائر البرایا

ثم اعلموا ان اللہ تعالیٰ
 اکمل بہ صلی اللہ علیہ و آلہ
 قال و ما اتاکم الرسول فخذوه و
 ما نہکم عنہ فاستنبھوا

لیجب علیہما بضمہ تعالیٰ
 متابعة النبی فی اصول دینا و فروعہ
 و امور معاشنا و معادنا و احد جمیع
 امورنا عنہ و انہ اودع حکمہ و
 معارفہ و احکامہ و انارہ و ما
 نزل علیہ من الایات القرآنیہ
 و المعجزات الربانیہ عند

میں فرماتے ہیں کہ ”میں تمہارے درمیان دو نفیس اور تراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عمر تہا ہیستہ جب تک تم ان کے واسطے سے باز نہ رہو گے ہرگز میرے بعد نہ آو گے اور یہ دونوں جب تک حوفا کوثر پر میری بارگاہ میں پہنچی نہیں جائیں گے آپ دوسرے سے خدا نہیں ہوں گے۔“ یہ حقیقت اخبار مستقیمہ سے ثابت ہے کہ چارے قرآن کا صحیح علم ایسے وارثانِ قرآن کے پاس موجود ہے۔ یہ حدیث متواتر (ثقلین) بھی اس مطلب پر واضح دلالت کرتی ہے۔ پھر یہ بزرگوار (پتہ جہد) ہمارے درمیان اپنے اخبار و آثار چھوڑ گئے ہیں جس میں اس رحمت (نبیت الامم) میں ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم ان کے احادیث و اخبار کے ساتھ تمسک کریں اور ان کے آثار میں تدبیر کریں۔

اپنا نئے زمانہ کی شکایت:

مگر مقامِ افسوس ہے کہ اکثر اپنا نئے زمانے آپ کے اہل بیت و ائمہ کے اخبار و آثار کو چھوڑ کر اپنی ناقص رانیوں پر اعتماد کر رہا ہے، (اس لیے گمراہی کے اندھیرے میں ناک ٹونیاں مار رہے ہیں۔) اور پتھو لوگوں نے ایسے ضلالت و مضل (خود گمراہ اور

اہل بیتہ صلوات اللہ علیہم
لَقَالَ بِاللَّيْلِ الْمَتَوَاتِرِ اِنِّى
تَارِكٌ لِّكُمْ الظُّلُمِ كِتَابِ اللّٰهِ وَ
عَتَرَتْنِى اَهْلُ بَيْتِى لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى
يَرُدَّ اَعْيُ الْحَوَاصِ وَ ظَهَرَ مِّنْ
الْاَخْبَارِ الْمُسْتَقْبِصَةِ اَنَّ عِلْمَ
الْقُرْآنِ عِنْدَهُمْ

وَهَذَا الْخَبَرُ الْمَتَوَاتِرُ بِمَعْنَى يَدُلُّ
عَلَيْهِ ثُمَّ اَنَّهُمْ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
لَمْ يَكُنْ اَبَاؤُهُمْ فَلَيْسَ لَنَا فِى
هَذَا الزَّمَانِ اِلَّا التَّمَسُّكُ
بِاَخْبَارِهِمْ وَالتَّدَبُّرُ فِى اَثَارِهِمْ

فَرَكِ اَكْثَرُ النَّاسِ فِى زَمَانِنَا
اَثَارَ اَهْلِ بَيْتِ سَيِّدِهِمْ وَ اَسْتَدْوَوْا
بِاَثَارِهِمْ فَعَنِهِمْ مِّنْ سَلَكٍ مُّسَلِّكٍ
الْحُكَمَاءُ الدِّينِ ضَلُّوا وَ اَضَلُّوا وَلَمْ

اس موضوع کی تمام تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب ”تحقیقات الخلفاء الثقلین فی حدیث الثقلین“ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (مدخلی عند)

بقروایسی ولم یؤموا بکتاب و اعتمدوا علی عقولهم الفاسدة و آرائهم الکاسدة فاتحدوهم النمة و قدوة لهم بأولون النصوص الصریحة الضحیة عن النمة الہندی بانہ لا یوافق مادہب الہد الحکماء

دوسروں کو گمراہ کرنے والے) یونانی حکماء کے مسلک کو اختیار کر رہا ہے جو نہ کسی نئی سکتے قائل ہیں اور نہ کسی (بہائی) کتاب پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ وہ صرف اپنی فاسد عقول اور کاسد رایوں پر بھروسہ کرتے ہیں ان لوگوں نے ان (حکماء) کو پناہ پیشوا راہنما بنالیا ہے اس لیے وہ امرِ خدائی کے نصوص صریحہ و صحیحہ کی تکفیل اس لیے (بچا) تاویلات کرتے ہیں کہ وہ بقدر حکماء کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں۔

حکمائے یونان کی خدمت میں

مع انہم یرون ان دلالتہم و شہم لا تعید ظنآولا و ہما بل لیس الفکارہم الا کسح العنکبوت و ایضا یرون تحالف امرائہم و تباہی اعدائہم فمنہم مشابہون

حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ حکماء کے دراصل (بہ) اتفاق مناسب شبہات سے وہم و گمان بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (تا بہ یقین چہ رسد) بلکہ اس کے آراء و افکار تار عنکبوت کی طرح بالکل بے راہ اور کمزور ہیں نیز یہ لوگ یہ بھی (نکشم خود) دیکھ رہے ہیں کہ ان حکماء کے آراء و افکار اور عقائدات و نظریات میں باہم اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے، ان میں سے کچھ مشاکمین ہیں (جن کا قائد ارسلو ہے) اور کچھ اشرائیین ہیں

اور باسب دانش و دانش پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں ہر قسم کے اعتقاد و عملی انحراف بلکہ ارتداد کی اصل وجہ اور اس کی اصل بڑی عباس کے دور میں فلسفہ یونان کا عربی میں ترجمہ ہو کر مسلمانوں کے ہاں رواج پانا ہے یہی وجہ ہے کہ سردور میں بعد از اب قوم ملتِ خدائے اعلا نے فلسفہ میں زیادہ تو غل سے طلب اور عام لوگوں کو مسح کیا ہے کیونکہ اس سے اور نا عقیدہ و عمل میں انحراف و الجوجاچ پیدا ہوتا ہے ہاں البتہ جو جب علم الہی فصل من جمل الہی تھوڑا سا فلسفہ پڑھے اور انکی اصطلاحات معلوم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (منہ عنی عمد)

ومسهم اشراقیوں قدماء موافق
 رأى احدى الطائفتين رأى
 الاخرى

ومعاد الله ان يتكل الناس
 على عقولهم فى اصول
 العقائد فيتبعون فى مواع
 الحيوانات ولعمري كيف
 يحشرون على ان ياولوا
 النصوص الواضحة الفاضحة من
 اهل بيت العصمة والطهارة بحس
 ظنهم بيواسى كافر لا يعتقد ديناً ولا
 مذهباً

وطائفة من اهل دهرنا الخلو
 البدع ديناً يعبدون الله بها و مستوه

(جن کا پیشوائے اعظم الفاطمیت ہے) شاف وناپری
 ایک گروہ کا کوئی نظریہ دوسرے گروہ کے نظریہ سے
 ملتا ہے درنہ اختلاف ہی اختلاف نظر آتا ہے جو
 بجائے خود ان کے بظان کی ناقابل رد دلیل ہے۔

پناہ بخدا کہ لوگ اصول عقاد میں اپنے عقول ناقصہ پر
 بھروسہ کریں (اور اپنی پسند و ناپسند کو کسی عقیدہ کی
 صحت یا بطلان کا معیار قرار دیں اس طرح ان کا
 شیرازہ بکھر جائے گا) اور جس طرح حیوانات
 چرکاگوں میں آزاد پھرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی
 آوارہ و سرگردن ہو جائیں گے۔ مجھے اپنی زندگی کی
 قسم! (معلوم نہیں) یہ لوگ ایک بے دین اور کافر
 یونانی حکیم پر حسنِ ظن رکھتے ہوئے اہل بیت عصمت و
 طہارت کے خصوصاً سرید و صیحو کی بیجا تاویل کرنے کی
 کس طرح خجرات و جسارت کرتے ہیں؟ سچ ہے۔

ع جنہیں ہوا و بناوہ ذاب جاتے ہیں سفیروں میں
 موفیاء کی مذمت

اور کچھ اہل زمانہ نے بدعتوں کو اپنا دین بنا رکھا
 ہے جن سے وہ (بجائے خویش) خدا کی عبادت

۱۔ ارباب علم و اطلاع پر تجلی و مستور نہیں ہے کہ فرقہ صوفیہ دور بنی امیہ کی پیروی ہے اور اس کا پس منظر
 یہ ہے کہ سلاطین بنی امیہ نے خاص بنیوت سے مادی اقتدار چھیننے کے بعد جب دیکھا کہ پھر بھی ان کے
 روحانی کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دس ان کی طرف کھینچتے ہیں اور وہ ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز بنے
 ہوئے ہیں تو اب ان سے ان کے روحانی کمالات کو سب کرنا تو ان کے پس کار ملک نہ تھا البتہ لوگوں کی توجہ

بالتصوّف فاتخذوا الرهبانية عادة
مع ان النبی قد بھی عیسا و امر
بالترویج و معاشرۃ الخلق و
التصور فی الجماعات والاحتماج
مع المؤمنین فی مجالسهم و هداية
معصمهم بعضاً و تعلم احکام اللہ و
تعلیمها و عبادة الموعی و تشیع
الجنار و ریدۃ المؤمنین والنهی

کرتے ہیں اور انھوں نے اس کا نام تصوف رکھا
ہے۔ ان لوگوں نے رهبانیت (ذنی اور اہل دنیا سے
قطع تعلق) و اپنی عبادت و عبادت قرار دے لیا ہے،
حالانکہ پیغمبر اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور
شادی بیاہ کرنے لوگوں سے تعلقات و مراسم
بڑھانے جمعہ و جماعت میں حاضر ہونے اہل ایمان
کی مجالس و محافل میں شرکت کرنے ایک دوسرے کو
مددیت کرنے احکام خداوندی پڑھنے اور پڑھانے،
بیابانوں کی عزاج ندی کرنے، جنازوں کی مشایعت

دوسرے بنائے گئے ہیں انھوں نے ایک شرط نہ چال چلی کہ ان کے مقابلہ میں "صوفیا" کے نام سے ایک
جماعت کی تشکیل کی جس کا طرز امتیاز تصوف کا سادہ لباس پہننا اور بھڑکے لٹکانے کرنا تھا، پھر لوگوں کی
توجہ ان کی طرف مرکوز کرنے کے لیے حکومت کی سرپرستی میں ان کے مصنوعی شرف و کمالات کا خوب
پروپیگنڈا کیا گیا حتیٰ کہ علامہ اشاعہ کے دام تواریخ میں گرفتار ہو گئے۔ اس فرقہ کے عقائد باطلہ میں ایک
مشہور عقیدہ "حاصل وحدت وجود" ہے کہ خالق و مخلوق کا وجود ایک ہے اگرچہ موجود الگ الگ ہیں اور
بعض اس سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ کائنات میں صرف ایک ہی
چیز "وجود" ہے اور وہ ہے خدا، ہر چیز خدا سمجھتے ہیں اس لیے نہ گرد و نہ ہواست" بھی کہا جاتا ہے۔
(اسی طرف سرکارِ ملاسنے رسال میں ارشاد فرمایا ہے۔)

(۱) اس فرقہ کا سب سے بڑا ترجمان شیخ فزین ابن عربی "توحافات مشیخ" کے مقدمہ میں لکھتا ہے

"سبحان الذی خلق الاشياء و هو عیسا"

(۲) اس سلسلہ کا ایک بڑا سرگرم رہکن شیخ زمر ہے جو کہتا ہے۔

ہر	لکھ	بھٹکے	نصف	عیار	برآمد	☆	اہل	ہر	نہاں	شد
ہر	دم	پ	لباس	دیگراں	یار	برآمد	☆	گہ	جواں	لحد
کہ	نوح	شد	و	کرد	جہاں	را	بدعا	فرق	ہذا	خود

فی حوائجہم و الامر بالمعروف والنہی عن المنکر و اقامة حدود اللہ و الزہادیۃ الہی ابتدعوہا یتلوم ترک جمیع تلک الفرائض والنس

کرنے، اہل ایمان کی ملاقات و زیارت کرنے، ان کی حاجت برآری میں کد و کاوش کرنے نیکی کا حکم دینے اور نہائی سے روکنے اور حدود خداوندی جاری کرنے کا حکم دینا ہے، لیکن ان کی خود ساختہ رہبانیت کا رمی تھی ان تمام فرائض و مستحبات کا ترک کرنا ہے۔

اس گروہ نے رہبانیت میں کچھ خود ساختہ عبادات (اور اور دو دو ٹک) بھی اختراع کر رکھے ہیں مثلاً انکے ایک "ذکر نفی" ہے یہ ان کا ایک خاص عمل ہے جو مخصوص ہیئت و کیفیت کے ساتھ کیا جاتا ہے حالانکہ اس کے متعلق نہ کوئی نص وارد ہے

(۳) تیسری گروہ کا ایک مشہور مسالیح ہستی "نقش راز" میں برہنہ مثال کرتا ہے

مسلمان مگر جانتے کہ بت چوست ملا جانتے کہ دیں اور نہت پرست

(۴) اسی جماعت کے ایک شاعر نے کہا ہے۔

تو منی من توام دولی بگذار ملا این ہر فرد باہوت دوست

ایک اور جگہ کہتا ہے۔

وجود این و آن نقش خیال است الا حقیقت ہر وجود کبریٰ نیست

اگر کوئی ہر حق است حق است لا ذکر خلقش ہر کوئی فقط نیست

اسی قاسم نظریہ نے منصور سے یہ کہلایا لیس فی جنتی موسیٰ اللہ نیراں گروہ کا دوسرا باطل عقیدہ یہ ہے کہ العبادۃ فطرۃ المعرفة کہ عبادت معرفت کا نل ہے۔ لہٰذا جب ایک عارف باللہ و اصل باللہ ہو جائے اور کہ سکے کہ

من تو شوم تو من شوی

تو پھر اس سے تمام عبادات شرعیہ از قسم صلوٰۃ و صوم وغیرہ ساقط ہو جاتی ہیں، اسی بناء پر صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں۔ "القصو فیہ کلہم من اعدائنا و طریقہم مباہیۃ لطریقنا"

"تمام صوفی ہمارے دشمن ہیں اور ان کا طریقہ ہمارے طریقے کے خلاف ہے۔" (حدیث الشیعہ)

و حفظ ہذا فانہ بالحفظ حدیر و لا یستک مثل خیر۔ (مذہبی عنہ)

خبر و لم يوجد في كتاب ولا اثر و
مثل هذا بدعة محزنة بلا شك
ولا ريب قال رسول الله كل
بدعة ضلالة و كل ضلالة سبيلها
الى النار
اور شی قرآن و سنت میں اس کا نہیں کوئی نام و نشان
پایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی ہی چیز کو بلا شک و شبہ
'بدعت' کہا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔ جناب رسول
خدا فرماتے ہیں ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی
کا راستہ سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔ (کنز العمال
وغیرہ)۔

و منها الذکر الجلی الہی
تفوں فیہ بالاشعار و بشیخون
شہیق الحمار و بعدون اللہ
بالمکاء و لتصدیة و برعمون انہ
لیس للہ عبادۃ سوی ہدین الذکور
المبتدعین و بترکون جمیع السنن
و النوافل و یفعلون من الصلوۃ
الفریضة بغير کفر الغراب
دوسرا "دُر جلی" ہے جس میں یہ لوگ اشعار گاتے
اور گدھے کی طرح پیچتے ہیں اور کفارِ مقلد کی طرح
شیخیاں اور تالیان بجا کر خدا کی عبادت کرتے ہیں
اور (طرفہ تماشا یہ ہے کہ) اس کا گمان ہے کہ ان دو
خوب خستہ ذکروں کے سوا اللہ کی کوئی عبادت ہی نہیں
ہے۔ ان اذکار کے علاوہ وہ تمام نوافل و سنن کو نظر
انداز کرتے ہیں ہاں بتہ جس طرح کوا اٹھوٹکے
مارتا ہے اس طرح برائے نام صرف نماز فریضہ ادا
کر لیتے ہیں۔

ولولا خوف العلماء لکانوا
یترکونها راساً ثم اہم لعہم اللہ لا
یفعول بملک البدع بل یحرفون
اصول الدین و یقولون بوحدة
الوجود و المعنی المشہور فی هذا
الزمان و المسموع من مشائخہم
اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) اگر ان کو علماء کا
خوف و اسکی نہ ہو (کہ مبادا اٹلر کا فتویٰ نکالیں) تو
یہ نماز فریضہ بھی ترک کر دیں، پھر یہ لوگ (خدا ان پر
لعنت کرے) صرف انھی (فروغی) بدعتوں پر ہی
استغاثہ نہیں کرتے بلکہ اصول و دین میں تحریف و تفسیر
بھی کرتے ہیں اور وحدۃ الوجود کا باطل عقیدہ رکھتے
ہیں اس (وحدۃ الوجود) کے جو معنی اس زمانہ میں
مشہور ہیں اور اس گروہ کے بزرگوں سے سنے میں

كفر بالله العظيم و يقولون بالجبر
و سقوط العبادات و غيرها من
الاصول الفاسدة السخيفة

فاحذروا يا اخواني و احفظوا
ايمانكم و ادیانکم من وساوس
هؤلاء الشیطن و تسویلاتهم و
ایاکم ان تخذعوا من اطوارهم
المتصعة التي تعلقت قلوب
الجاهلیین لها انا احذر محملاً
مما بین و ظهر لی من الاخبار
المتواترة من اصول المذهب لئلا
تضلوا بخدعهم و غرورهم و اقمم
حجة ربکم علیکم و اودی ما وصل
لی من موالیکم الیکم لیهلک من
هلک عن بینه و یحیی من حی عن
بینة و اتلو علیکم ما اردت ابراده
فی بابین

آئے ہیں (یعنی وحدت، لوجود) وہ سراسر کفر و شرک
ہے نیز یہ فرقہ عقیدۂ جبر اور تمام عبادات کے ساقط
ہونے اور اس قسم کے دوسرے بعض باطل عقائد و
نظریات کا قائل ہے۔

اسے برادرانِ اسلامی (ذروان سے) دوران
شیطانوں کے دوسروں اور شبہوں سے اپنے دین و
ایمان کو بچاؤ اور خیال رکھو، مبادا کہیں ان کے ظاہری
اور معنوی خفاقی و اطوار سے جو چاہوں کے دلوں
پر اثر انداز ہوتے ہیں، کہیں دھوکا نہ کھا جانا، (اور
کہیں سراب کو آب نہ سمجھ لینا) لوب و دو وقت آگیا
ہے کہ میں مذہبِ شیعہ کے وہ تمام اصول و عقائد
اجماعاً پر قائم رہوں جو سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام
کے اخبار متواترہ سے مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں تاکہ تم
ان دلوں کے دامِ فریب میں پھنس کر گمراہ نہ ہو سکو
نیز تم پر خدا کی طرف سے تمام حجت کرتا ہوں
اور تمہارے مقتداؤں اور پیشواؤں کا جو پیغام مجھ تک
پہنچے ہے اسے (بلاکم و کاست) تم تک پہنچاتا ہوں
تاکہ جو شخص ہلک (گمراہ) ہو تو بینہ و نہ ہان کے
ساتھ ہو اور جو زندہ رہے (ہدایت حاصل کرے) تو
دو بھی دلیل و نہ جان کے ساتھ، میں اس رسالہ میں
جو کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں اسے (ذیل میں) دو بابوں
کے اندر پیش کرتا ہوں۔ (وعدیہ اشکلات)

الباب الاول

پہلا باب

فیما يتعلق باصول العقائد

اصول عقائد کے بیان میں

معرفت توحید کا بیان:

تسبیس معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے وجود کی خود اور اپنی صفات حدس و حدس کی معرفت کا طریقہ کار اپنی کتاب (قرآن) میں تسبیس ملا دیا ہے یعنی (اس مقصد کے حصول کی خاطر) زمین و آسمان اور خود تمہارے نفوس (معرض کس و آفاق) میں اس کی جو جو عجیب و غریب صفتیں اور حکمتیں موجود ہیں ان میں غور و فکر کرنے کی تسبیس حکمت تمیز حکم دیا ہے، جب تم ان میں عقل صرف و وسیم کے ساتھ غور و فکر کرو گے تو تمہیں یقین کامل ہو جائے گا کہ اس کار کا دستی کا بنانے والا ہے۔

تمہارا ایک پروردگار موجود ہے جو عظیم بھی ہے اور عظیم بھی، قادر بھی ہے اور قادر بھی، اس سے بے ظلم کرنا

اعلموا ان ربکم سبحانه قد

علمکم فی کتابہ طریق العلم

بوجودہ و صفاتہ فامرکم

بالتدبر فیما اودع فی آفاق

السموات و الارض و فی

الفہمکم من غرائب الصنع و

بدائع الحکمة لئلا تاملتم و

تفکرتم بصریح عقلکم

ایفہم ان لکم رباً حکیماً قادراً

قاهراً لا یحور علیہ الظلم و

۱۔ معرفت الہی بدینی ہے یا نظری؟ یہ کچھ بدینی ہے اور کچھ نظری، قرب الہی معنی قریب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے زمین و آسمان معرفت تو بالکل بدینی و نظری ہے کہ اس عام کا کوئی معائنہ عظیم اور کوئی خالق عظیم ہے جس نے اس کائنات و محبت و جوار سے نور اسے ہاں اللہ کی پوری معرفت کہ وہ واحد و شریک ہے۔ وہ جسم و زمان و مکان سے سروسے اور یاد آخرت میں نظر نہیں آتا وغیرہ یہ نظری ہے اور دلیل و برہان کا حتمی اور خدائی حقیقی اور اسکی صفات کے ثبات کا طریقہ وہی صحیح ہے جس کا تذکرہ علامہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ اسے موثر بخلوق وہ کچھ برا سے خالق اور مصنوع کو دیکھ کر سیکھ

اور فعل فیج کا ارتکاب کرنا روا نہیں ہے، پھر تمہارے
پروردگار نے (زرایہ عطف و کرم) تمہاری طرف
یک ایہ نمی بھیجی جس کی روشن نشانیوں اور کھلے کھلے
معجزوں سے تائید و نصرت کی گئی ہے اور یہ بات عقل
کی واضح شہادت سے ثابت ہے کہ خدائے حکیم کے
سے برگز جان نہیں ہے۔ کہ وہ کسی غلط مدعی نبوت
کے ہاتھ پر اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے۔ (لہذا
مناظرے کا کہ آپ برحق نبی ہیں) پس جب تمہیں
نبی کی صداقت کا یقین ہو گیا اور ان کو خدا کا نبی تسلیم

القصیح ثم ان ربکم بعث الیکم
نبیا موبینا بالایت الظاہرة
والمعجرات الباہرة و یشهد
بدیہة العقل بالہ لا یحوز علی
اللہ

ان یحوز علی بد کاذب اشباہ
ہذہ المعجرات فاذا اقبلت بصدق

صانع پر استدلال کیا جائے اور کائنات میں پائی جانے والی عجیب و غریب حکمتوں سے اس کے حکیم ہونے پر
استدلال کیا جائے۔ قرآن کریم انبیاء مرسلین اور ائمہ مدین نے یہی طریقہ استعمال کیا ہے۔ (مرغی عنہ)

محمل مسائل کے جن کو موجودہ دور میں بعض نام نہاد اہل علم نے انتہائی کی، چکا ہوا دیا ہے
(اگرچہ وہ پندرہ سو سال سے تقاضی چلے رہے ہیں) ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے جسے
وہ سب ضرورت کسی نبی یا امام کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے؟ یا اس کے حقیقی فاعل نبی و امام ہیں؟ اور یہ معجزہ
اس کے افعال اختیار یہ میں سے ہے؟ جو بات قرآن کریم، ارشاد ائمہ معصومین، تحقیقات علماء معتقدین و
مستغفرین و عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت ہے وہ یہ ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خداوند عالم ہے، ہاں
نبی و امام کی طرف اس کی نسبت مجاز دی جاتی ہے کیونکہ اس کا تصور ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔ یہاں اس
موضوع پر دلائل و براہین پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس سلسلہ میں ہماری کتاب "اصول اثربینی
مقائد الشیعہ" کا پانچواں باب ملاحظہ کیا جائے جس کے بعد ہر قسم کے گمراہی و گمراہی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہاں
صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر کارنامہ مجبسی علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہی بات درست ہے کہ معجزہ کا فاعل حقیقی
خدا ہے جسے وہ وقت ضرورت اپنے نبی و امام کے مقدس ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے، اس سے زیادہ
صرحت کے ساتھ علامہ موصوف نے "بحار الانوار" میں وضاحت فرمائی ہے فرماتے ہیں۔

"من عطفان المعجرات و الکرامات من فعل النبی و الامام فلیس فی کفرہ و کفر
ولاشک" "یعنی جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزہ نبی و امام کا فعل ہے اس کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں
ہے۔" (علی ما بعدہ عنہ فی "مسبل النجاة فی اصول الاعطادات" طبع ایران ص ۱۱۱) ان
فی ہذا البلاء لقوم یعقون۔ (مرغی عنہ)

النَّبِيِّ وَاعْتَصَدَتْ بِهِ يَلُومُكَ اِنْ
تَتَّبِعُهُ وَتَعْتَصِدُ بِهِ صَادِقٌ فِي كُلِّ
مَا يَسْجُرُكَ بِهِ فِي اَصْوَلِ
الَّذِينَ وَفُرُوعِهِ فَمُعَانِثٌ فِي
الَّذِينَ بِالْاَيَاتِ وَالْاَحْبَارِ
الْمُتَوَاتِرَةِ هُوَ اِنَّهُ وَاحِدٌ لَا
شَرِيكَ لَهُ فِي مُلْكِهِ وَ
لَا يَحُوزُ عِبَادَةً غَيْرَهُ وَ لَمْ
يَسْتَعِمْ فِي خَلْقِ الْعَالَمِ بِاَحَدٍ
غَيْرِهِ وَ اِنَّهُ اَحَدٌ الْذَاتِ لَيْسَ
لَهُ اَجْرَاءٌ خَارِجِيَّةٌ وَلَا وَهْمِيَّةٌ وَ
لَا عَقْلِيَّةٌ وَ اِنَّهُ اَحَدٌ الْمَعْنَى لَيْسَ
لَهُ صِفَاتٌ رَائِدَةٌ بَلْ صِفَاتُهُ عَيْنُ
ذَاتِهِ وَ اِنَّهُ اَرْلَى لَا اَنْتِهَاءَ لَوْ حُوِّدَ
فِي جَانِبِ الْاَوَّلِ اَبَدِي يَمْتَنِعُ لِفَاءِ
عَلَيْهِ اَرْلًا وَ اَبَدًا وَ اِنَّهُ لَيْسَ بِجَسَمٍ
وَلَا جَسَمَانِي وَلَا رَمَاسِي وَلَا مَكَامِي
وَ اِنَّهُ حَتَّى بَلَا حَيَوَةٌ رَائِدَةٌ وَ بَلَا
كَيْفِيَّةٌ وَ مَرِيدٌ بَلَا خَطُورٌ بَالٌ وَلَا

بھی کر لیا تو سب تم پر لازم ہے کہ ان کی اتباع و پیروی
بھی کرو اور یہ عقیدہ رکھو کہ انھوں نے دین کے
اصول و فروع کے سلسلہ میں جو کچھ بیان فرمایا ہے
وہ اس میں صادق ہیں اور متجدد ان امور کے جو
آیات (قرآنیہ) اور احبار متواترہ سے ثابت ہیں
ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (ذات و صفات اور افعال و
عبادات میں) واحد و یک ہے اس کے ملک و ملکوت
میں اس کا کوئی شریک و سہم نہیں ہے (وہی معبود
برحق ہے) اس کے سوا اور کسی چیز کی عبادت جائز
نہیں ہے، اس نے اس عالم کو پیدا کرنے میں اور
کسی ذات سے کبھی مدد و ادعاات طلب نہیں کی۔ وہ
ذات میں ایسا واحد و یک نہ ہے کہ نہ اس کے اجزائے
خارجی ہیں (از قسم ہاتھ پاؤں وغیرہ) نہ وہمی ہیں
اور نہ عقلی (از قسم حس و فصل وغیرہ) اور وہ معنی اور
صفات میں بھی واحد ہے یعنی وہ رائدہ برذات
صفات نہیں رکھتا بلکہ اس کے صفات عین ذات
ہیں۔ (اس امر کی وضاحت بعد ازیں کی جائے
گی۔) وہ ازل و ابدی ہے، یعنی وہ ایسا اول ہے کہ
اس کی کوئی ابتدا نہیں اور ایسا آخر ہے کہ جس کے
لیے ختم نہیں ہے، وہ نہ جسم ہے اور نہ جسمانی نہ زمانی
ہے اور نہ مکانی (یعنی وہ جسم و زمان و مکان کا محتاج
نہیں ہے) وہ رکھہ ہے مگر اس کی حیوۃ قائمہ برذات
نہیں، وہ صاحب ارادہ ہے مگر دل کی سوچ بچار سے

روية و انه يفعل با الاختيار و هو
غير مجبور في الفعل و انه
على كل شئ قدير و انه لو اراد
خلق الآف امثال هذا العالم لحلقها
بلا مادة ولا مدة لا على ما يزعمه
الحكيم انه لا يكون خلق الاحسام
الا بمادة قديمة و استعداد و انه
عالم بجميع الاشياء خلياتها و
كلياتها و ان علمه بما كان و بما
يكون على نهج واحد لا يتغير
علمه بالشئ بعد ايجاد

و انه لا يلزم عن علمه متقل
ذرة في الارض و لا في السماء لا
على ما يزعمه الحكيم انه لا يعلم
الجريات و القول به كقول لا يلزم
بل لا يجوز التفكير في كيفية علمه
انه حصوري او حصولي و لا في
سائر صفاته اكثر مما تردوا و بينوا
لنا انه يرفع الى التفكير في
داته تعالى و قدسيا عن التفكير

نہیں، وہ قائل تھا ہے یعنی اپنے انفس میں مجبور و
مقبور نہیں، وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ اگر اس عالم
جیسے ہزار ہا عالم بلا مادہ و مدت پیدا کرنا چاہے تو
(ہضم روں میں) پیدا کر سکتا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ
تقلاء حیں کرتے ہیں کہ اجسام کی خلقت قدیم مادہ
اور اس کی استعداد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نیز وہ
خدا نے علم کھیات و جزئیات غرض تمام اشیاء کا
علم ہے اور اس کا مکان (گذشتہ) اور (مآلکون
(آئندہ) کے متعلق علم یک جیسا ہے۔ (مطلق
اشیاء سے پہلے اسے جو علم ہوتا ہے) ان کے وجود
میں آ جانے کے بعد اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی تغیر
اتہال پیدا نہیں ہوتا اور میں و مہمان میں (غریب
پوری کائنات میں) ایک ذرہ بھی اس کے علم سے
پاشیدہ نہیں ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکماء کا خیال ہے
کہ اس کو جزئیات کا علم نہیں ہے، یہ اعتقاد کھن کفر
ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ (بناء بر اصطلاح منطقی ۲)
اس کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ اس کی کیفیت میں
غور و فکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جائز ہی نہیں ہے
کی طرف اس کی دوسری صفات کی کیفیات میں اس
مقدار سے جو سرکار محمد و آب محمد علیہم السلام سے بیان
کر دی ہے زیادہ غور و غوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ
صفات میں غور و فکر کرنے کی بازگشت خدا کی ذات
میں فکر کرنے کی طرف ہوتی ہے جس میں فکر کرنے

فی اخبار کثیرة

کی کثیر اخبار میں ہمیں ممانعت کی گئی ہے۔

تکلیف شرعی کا بیان

و انه تعالى لا يفعل شيئا الا

خالق حكيم جو کام کرتا ہے وہ کسی نہ کسی حکمت و

۱۔ چنانچہ اسوں کافی وغیرہ میں اس مضمون کی بکثرت حکایت روایت مروی ہیں کہ لکھو فی خلق
الله ولا تكلّموا الى الله فان الكلام الى الله لا يرداد صاحبه الا تعهوا خدا کی مخلوق میں کلام کرو
مگر خدا کی رست و مابیت کے متعلق کلام نہ کرو کیونکہ اس سلسلہ میں کلام کرنے سے تعہد و تزام میں اضافہ کے سوا
تعمد حاصل نہیں ہوتا۔ صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں اذا اتهم الكلام الى الله فامسكوا جب
سلسلہ کلام خدا تک پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ کیونکہ خالق کی غنہ حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی بھی مخلوق
کے لیے ممکن نہیں ہے۔

تو اس در بلاغت پہ کہاں رسید نماند در علمہ بظہر نیماں رسید
یہ وہ مشکل مقام ہے جہاں امید و غریبین، عاجز و مقربین اور غمگین و ہرگز نہ یہ کہہ کر اپنے بھڑکا قرار
کرتے ہوئے نظر آتے ہیں سب تک، عرفان حق معرکے بیان میں راہنما ہوا الا بعدہم، قبل۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم بلا و زہر چہ گشت اندہ شنیدم و خواندہ ایم
دفتر ترم گشت و یہ پایاں رسید مگر نہ مانعجان در اوں وصف تو ماندہ ایم
یعنی جب ہے کہ شریعت مقدسہ اسلام میں ہمیں اس کی اہمیت و مابیت معلوم کرنے کی تکلیف ہی نہیں دی گئی
بلکہ خالق کائنات کے متعلق صرف اس قدر اجازت و عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ واجب الوجود ہے کائنات کا خالق
و مالک ہے وہ ہر مفسد فعل سے متصف و ہر مفسد شخص سے منور ہے و روات و صفات اور افعال و
عبادت میں واحد و یگانہ ہے پس کھٹلہ شمس،۔ الغرض اس سلسلہ میں سورۃ توحید کا کچھ تر پڑھ لینا اور
اس پر ایمان رکھنا کافی ہے اس سے زیادہ موشگافیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ امام رضا علیہ السلام
سے مروی ہے من قرأ قل هو الله احد و امن بها فقد عرف الحق حید۔ جو شخص کچھ سورۃ قل
ہوئے حد پڑھ لے اور اس (کے مطلب) پر ایمان لائے اس سے توحید کی معرفت حاصل کر لی (عیون
اختیار الزمخشری) خلاصہ یہ کہ یہ اقرار کرنا کہ لا۔ یہ وہ واحد و یگانہ و ناقص و اندہ قدیم ثابت موجود غیر فقید و اندہ پس
کشمکش شمس یہ ہے معرفت پروردگار کا کہ تین درجہ جو یک امام انسان کے اسلام کے لیے کافی ہے ("بجاء
الانوار جلد ۲ توحید صدوق") (منہ فنی عن)

مصلحت کے تحت کرتا ہے وہ کسی مخلوق پر بھی ظلم و زیادتی نہیں کرتا ورنہ ہی کسی کو طاقت برداشت سے زیادہ تکلیف دیتا ہے، اس نے اپنے بندوں کو تکالیف شرعیہ کا جو سگفت بنایا ہے تو اس سے ان کو فائدہ پہنچنا مقصود ہے۔

انسان کے فاعل مختار ہونے کا بیان

خدا نے بندوں کو کام کرنے اور نہ کرنے میں فاعل مختار بنایا ہے اس میں نہ تو محض جبر ہے اور نہ محض تفویض اور واگذاری ہے بلکہ اصل حقیقت ان دونوں کے بین میں ہے، وہ یہ کہنا کہ بندے اپنے فاعل میں محض مجبور ہیں (سب کچھ خدا کرتا کرتا ہے) اس سے خدا کا ظالم ہونا لازم آتا ہے (کہ خود خود بندے سے بڑے کام کر دیتا ہے اور پھر اسے سر دیتا ہے) اور یہ خدا کے لیے محال ہے اسی طرح یہ کہنا کہ خدا کو بندوں کے فاعل میں ہرگز کوئی دخل نہیں، یہ بھی کفر ہے۔

توفیق و خدا ان کا بیان

بلکہ حق یہ ہے کہ خدا کو کار خیر کی توفیق دینے یا اس کے سلب کر لینے والا دخل ضرور حاصل ہے شرعی اصطلاح میں (اس توفیق دینے کو "تہدات" اور سلب

لحکمة و مصلحة و انه لا یظلم احدا و لا یتکلف احدا مالا یطيقہ و انه کلف العباد لمصالحہم و مافہم و لہم الاختیار فی الفعل والترك

وانه لا جبر ولا تفویض۔ بل امر بین الامرین فانقول بان العباد محبوسون فی المعالیم يستلزم الظلم و هو علی اللہ تعالیٰ محال والقول بان لامدخل للہ تعالیٰ مطلقاً فی اعمال العباد کفر

بل للہ تعالیٰ مدخل بالهدایات و التوفیقات و ترکہما و هو المعبر عنہ فی

الشرعی اور احکام میں مکمل کیے کیا تو ائمہ و ائمہ پوشیدہ ہیں اور نو ہی و مناسی میں کیا مضمرات و نقصانات مضمر ہیں، اس کا ایک شہد ہماری عبارت شدہ مفصل و مدلل فقہی کتاب "توانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ" کے ائمہ و بیانات گرد یا گیا ہے اسکی طرف رجوع کیا جائے۔ (مدنی عفی عنہ)

توفیق کو "اضلال" کہا جاتا ہے، (بہدی میں یشاء و یصل میں یشاء) لیکن خدا کے اس حکایت و توفیق دینے یا اس کے سبب کرنے سے نہ اس مجبور نہیں ہو جاتا جیسے ایک آقا اپنے غلام کو کوئی کام کرنے کا علم دے اور اس کی بجا آوری پر نعام دینے کا وعدہ اور نہ کرنے پر سزا کی دھمکی دے اور وہ کام جس طرح انجام دیتا ہے اسے سمجھ بھی دے اور اسی مقدار پر اکٹھا کرے اور غلام وہ کام انجام نہ دے تو عقلاء روزگار اس کی سزا دی کو قبیح اور غلط نہیں سمجھتے۔

لیکن اگر وہ آقا اس کام کی انجام دہی کو مختلف تائیدوں، حمیدوں، نطف فرمائیں اور کرم فرمائیں سے سوتہ کر دے اور مزید برآں اپنا ایک نمونہ بھی اس پر مقرر کر دے جو اسے مجبور تو نہ کرے (مگر یہ دعائی برابر کرتا رہے) ان حالات میں اگر وہ شخص اس کام کو انجام دیدے تو عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ شخص اس کام کے کرنے پر مجبور نہیں ہو جاتا (ہاں بہت سے یہ کام انجام دینے میں سہولت ضرور ہو جاتی ہے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں اس کام کی انجام دہی میں وہ سہولت نہیں ہوتی) اتنی مقدار پر اختیار و آثار ضرور دلالت کرتے ہیں۔ (اور یہی صحیح مفہوم ہے بل الامر بین الامرین کا۔ واللہ اعلم)

عرف الفرع بالاصلال و لكن
بتلك الهدایات لا یصیر العبد
مجبوراً بالفعل و لا یتركهما فی
الترك كما اذا كلف السيد عبده
بتكليف و اوعده علی تركه عفا به
فهمه ذلك فاذا اكتفى بهما ولم
یفعل العبد لا يعد العقلاء عفا به
فیهما

ولو اكلف السيد هذا التكليف
بتاكيدات و تهدیدات و
ملاطفات و وكل علی مؤكلا و
محضلاً لا یجبره علی فعل
یعلم العقلاء انه لم یصر
مجبوراً بذلك علی الفعل
و هذا القدر من الواسطة
مما دللت علیہ الاخبار

قضا و قدر کا اجمالی بیان

و ليس لك التعكر في شبه

القضا و القدر و المعوض فيها فان

الانفة قد يهونا عن التعكر فيهما

فان فيهما شبهة قوية يعجز عنها

عقول اكثر الناس عن حلها و قد

ضل فيها كثير من العلماء لانباك

و التعكر و الصنف فيها فانه لا

يفيدك الاصلاح ولا يربدك الا

جهلا

ثم يجب ان تؤمن بحقيقة جميع

الانبياء والمرسلين مجملات و

عصمتهم و طهارتهم و انكار

تھمارے لیے قضا و قدر کے شبہات میں غور و

خوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ (علمائے اسلام

یعنی امام طاہرین علیہم السلام نے ان میں غور و خوض

کرنے کی ہمیں ممانعت فرمائی ہے اس لیے کہ ان

میں ایسے ایسے قوی شبے موجود ہیں جن کے حل

کرنے سے اکثر لوگوں کی عقلیں عاجز ہیں بلکہ بہت

سے علماء ان کی وجہ سے گمراہ ہو گئے ہیں لہذا ہرگز ان

کی گہرائی میں جانے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان میں

غور و فکر کرے سے سوائے ضلالت و جہالت میں

اصافہ و ازدیاد کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ

ان کس تکفود و کشاید تکلف ایں معبرا

انبیاء پر ایمان رکھنے کا بیان

پھر یہ بھی واجب ہے کہ تمام نبیاء و مرسلین کی

نبوت درست اور ان کی عصمت و طہارت پر ایمان

لے اور اب عقل و علم پر غلبہ نہیں ہے کہ قضا و قدر کا مسئلہ مشکل عقائد و مسائل میں سے ہے کہ جن

کی اصل حقیقت تک رسائی راہوں کی انہم کے سوا باقی لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن

لوگوں نے اپنے عقول ناقصہ پر اعتماد کر کے اس گمراہ کو دھوکا دیا وہ فرط و تغریہ کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے

یہی وجہ ہے کہ علماء و باطنیوں نے اس نازک مسئلہ میں زیادہ غور و خوض کرنے کی ممانعت کی ہے چنانچہ

جب حضرت میر علیہ السلام سے قضا و قدر کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا عزمیق فلا تلجہ۔ یہ گہر

سمندر ہے انہیں داخل نہ ہو (کتاب توحید) اباں جو حضرات اس نازک موضوع کی کچھ تفصیلات معلوم

کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب احسن العوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں (منہ عفی عنہ)

رکھا جائے اور ان کی نبوت کا انکار کرنا، ان کو گالی دینا اور ان کا تسخر ازمانہ کوئی ایسی بات کرنا جس سے ان کی قدر و منزلت میں فرق پڑتا ہو یا ان کی عزت و عظمت کو ہٹا دینا ہو کفر ہے۔ ان میں سے جو ہستیاں مشہور ہیں جیسے جناب آدم، نوح، موسیٰ، عیسیٰ، داؤد، سلیمان اور وہ سب جن کا خدا نے قرآن مجید میں صریح ذکر کیا ہے (جیسے حضرت برائیم، اسمعین، اسحاق اور یسٰ، الیاس وغیرہم) ان پر اور ان کی کتابوں پر خصوصاً ایمان رکھنا واجب ہے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے سب کا انکار کر دیا ہے۔

قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان

اور واجب ہے کہ قرآن مجید کی حقیت اور جو کچھ اس میں ہے اس پر ایمان اعتقاد رکھا جائے اور یہ کہ وہ خدا کا نازل کردہ ہے اور پیغمبر اسلام کا مقررہ (عائدہ) ہے اس کا انکار کرنا یا اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے اسی طرح وہ کام جو قرآن کی تسکین کا باعث ہو جیسے با ضرورت اسے جہاد یا اسے سدک میں بھیجنا (یہ بھی کفر ہے) لیکن وہ کام جو بہر حال تسکین کو مستلزم نہیں جیسے اس کی حرف پاؤں دراز کرنا (تو یہ ارادہ پر منحصر ہے) اگر اس سے قصد قرآن کی اہانت ہو تو کفر ہے ورنہ نہیں اسی طرح کعب کی تعظیم واجب ہے اور اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے جیسے بحالت اختیار کی اس میں پیشاب و پاخانہ کرنا (اعیاذ باللہ) یا کوئی

بیوتہم او سیہم او الا ستہراء بہم
او قول ما یوجب الارراء ہشائہم
کفروا ما المشہورون منہم کآدم و
نوح و موسیٰ و عیسیٰ و داؤد و
سلیمان و سائر من ذکر اللہ تعالیٰ
فی القرآن فیحب ان تؤمن بہم علی
الخصوص و بکتہم و من انکر
واحداً منہم فقد انکر الجمع و
کفر بما انزل اللہ

و یحب ان تؤمن بحقیقۃ القرآن
و مافیہ مجملأ و کونہ صریحاً من
عند اللہ تعالیٰ و کونہ معجزاً و
انکارہ والاستخفاف بہ کحرقہ ہلا
ضرورۃ و الفاتہ فی القادورات کفرو
واما مالا یستلزم ذلک کمذ
الرجل بحوہ فان قصد الاستخفاف
بہ کفرو الا فلا و کذا یحب تعظیم
الکعبۃ و الاستخفاف بہا کفر
کالحدث فیہا اختیاراً او قول ما
یوجب الا ہانۃ بہا و کذا کتب

احادیث البی والائمة علیہم السلام و بعضها یخرج عن دین الامامة

و کذا یجب الاعتقاد بوجود الملائكة و کونهم اجساماً لطیفة او بعمومهم و ان لعصم اجسدة و لهم صعود و نزول و انکار المشاهیر منهم کجبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام و انکار حسمهم ککفر و تعظیمهم والاستخفاف بهم و منهم و قول ما یوجب الاراء بهم ککفر کذا عبادة العنیم و السجود لغير الله تعالى مطلقاً بقصد العبادة ککفر

ایسی بات کرنا جو اس کی توہین کا باعث ہو، اسی طرح پیغمبر اسلام و ائمہ علیہم السلام کی کتب احادیث کی تعظیم بھی ضروری ہے۔ مذکورہ بالا امور میں سے کچھ کا ارتکاب آدمی کو ذمہ امامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

ملائکہ پر ایمان کا بیان

ایسی طرح ملائکہ کے وجود اور ان سب کے یا بعض کے جسم لطیف رکھنے، نیز ان کے پرواں رکھنے اور ان کے (آسمانوں پر) چڑھنے اور اترنے پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ان میں سے جو مشہور ہیں جیسے جناب جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام، ان کا انکار کرنا یا ملائکہ کے جسمانی ہونے کا انکار کرنا کفر ہے، نیز ان کی تعظیم و تکریم واجب ہے اور ان کو خفیف و حقیر سمجھنا، ان کو گالی دینا یا کوئی ایسی بات کرنا جو ان کی توہین کا باعث ہو کفر ہے۔ اسی طرح غیر ان کی عبادت کرنا اور غیر خدا کا مقصد عبادت عیدہ کرنا کفر ہے۔

۱۔ اور اگر بقصد عبادت نہ ہو بلکہ بقصد تعظیم ہو تو یہ بھی گوارا ہے مگر کفر نہیں ہے بلکہ موجب فسق ہے۔ (ملاحظہ ہو حیات القلوب جلد ۱ ص ۶۶ طبع نون کتب) بعض کتب فقہیہ میں ملائکہ اور والدین و سف کے بعد ان سے عیدہ و تعظیم کے جواز پر استدلال کیا کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ روایات بھیج سے واضح ہے کہ ملائکہ نے جناب آدم کو قبل کچھ کر خدا کو عیدہ کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو "احتجاج طبری" و "حیات القلوب" وغیرہ) اور بتا رہے ہیں کہ وہ عیدہ و تعظیم تھا پھر بھی اس سے نسبت محمد یہ میں اس کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ انسج مرحومہ میں یہ جواز منسوخ ہو گیا ہے، جیسا کہ علامہ حارثی نے اپنی تفسیر "لوامع المتوہل" جلد ۱ ص ۸۹ پر صراحت فرمائی ہے باقی تفصیلات مظلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب "احسن التوائد فی شرح العقائد" باب ۳۳ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ غنی عنہ)

حلول اور اتحاد کا بطلان:

یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا کسی چیز میں حلول کرتا ہے جیسا کہ بعض صوفی اور غالی کہتے ہیں، یا کسی کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض صوفیوں کا خیال ہے۔ یا یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا کی بیوی یا اولاد یا کوئی شریک ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا جسم رکھتا ہے، یا اس کا کوئی مکان ہے جیسے مرثیہ وغیرہ یا اس کی کوئی صورت ہے، یا اس کا کوئی جزو یا حصہ ہے یہ سراسر کفر و شرک ہے۔

زکوٰۃ باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ

نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ خدا کو ان ظاہری جسموں سے دُنیاء و آخرت میں دیکھ محال ہے اور اس سلسلہ میں جو بعض (کتاب آیات روایات) وارد ہیں ان کی تاویل کی گئی ہے۔ خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات کی حقیقت واقعہ تک انسانی عقل و خرد کی رسائی ممکن نہیں ہے۔

و القول بحلوله في غيره كما
قاله بعض الصوفية و ان له تعالى
صاحبة او ولد او شريك كما قال
النصارى و انه تعالى جسم و ان له
مكانا كالعرش وغيره او ان له
صورة او جزء او عضواً لكن
ذلك ككفر و اعلم انه

لا يمكن رؤية تعالى
بالبصر لا في الدنيا و لا في الآخرة
و ماورد في ذلك من قول و انه لا
يمكن الوصول اليه كنه ذاته او
صفاته

الجیسا کہ اسی رسالہ کے ص ۳۳ ص ۳۴ کے حاشیہ پر اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

(مرحومی رحمہ)

اس موضوع کی چند تفصیلات ”حسن الفوائد فی شرح العقائد“ میں دیکھی جا سکتی ہیں (مرحومی رحمہ)

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی صفات چونکہ میں ذات ہیں اور قابلِ ارادہ ہیں واضح کیا جا چکا ہے کہ خدا احد عالم کی نہ حقیقت تک انسانی عقل و فکر کی رسائی ناممکن ہے اور اس میں زیادہ غور و فکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی صفات کی اصل حقیقت تک بھی رسائی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں زیادہ غور و فکر کرنا جائز ہے۔ (مرحومی رحمہ)

تعطیل کا بطلان:

او ان التعطیل و ہی جمیع
صفاتہ عہ باطل کما یلزم علی
القدیس بالاشراک العظی

بل یجب اثبات صفاتہ تعالیٰ
علی وجہ لا یخصم نقصاً کما
نقول انہ عالم لکن لا کعلم
المخلوقین ہاں یکون حادثاً او
یسکر دوالہ او یکون محدوت
صورۃ او ہالۃ او معلولاً بعلة فائت
لہ تعالیٰ الضمة و یبت عہ ما
یقارنہا لینا من صفات النقص و لا
تعلما بکہ حقیقتہا و نقول انہ
تعالیٰ قادر علی کل معکر و القدرۃ
لہا صفة رائدۃ حادثہ و آلات و
ادوات لتصلی عہ تلک الامور
لتقول قادر بداتہ بلا صفة رائدۃ و لا
کیفۃ حادثۃ و بلا آتۃ فساتہ البسط

خدا کو معطل ماننا اور اس سے تمام صفات کی نفی
کرنا باطل ہے جیسا کہ (وجود کو) مشترک نفسی ماننے
والوں پر یہ بات لازم آتی ہے۔

صفات خداوندی پر ایمان کا بیان

خداوند عالم کے لیے اس طرح صفات ثابت
کرنا واجب ہے کہ اس سے اس کی ذات میں کوئی
نقص، زہد نہ آئے مثلاً تم یہ تو کہو کہ وہ عالم ہے مگر اس
کا علم عام مخلوق کے علم جیسا نہیں ہے کہ حادث ہو یا
اس کا رائل ہونا ممکن ہو یا (معلوم کی) صورت (عالم
سے) (ہن میں) پیدا ہو یا کسی آلہ کا محتاج ہو، یا کسی
مخلوق معلول، یا خدا سے یہ کہ اس کے لیے صفت علم تو
ثابت کرو مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم میں جو نقص
پائے جاتے ہیں اس کی نفی کر دو اور اس صفت کی اصل
حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اسی طرح یہ تو
کہو کہ وہ ہر ممکن بات پر قدرت کا مد رکھتا ہے مگر یہ
قدرت ہم میں نہ نہ ہر ذرہ سے حادث ہے اور آفات و
اسباب کی محتاج ہوتی ہے، پس ان تمام عوارض کی نفی
کر کے کہو کہ وہ بلا صفت زائدہ، حادثہ اور بلا آلہ و
سبب قادر مطلق ہے یعنی اس کی بسیط ذات پاک ہر
شے کو وجود دینے پر قادر ہے، اسی طرح یہ بیشک کہو کہ
وہ مرید (ماسب ارادہ) ہے۔ لیکن ہمارا ارادہ چند

امور کا حامل ہوتا ہے

(۱) اس کام کا تصور جس کا ارادہ ہے۔

(۲) اس کے فائدہ کا تصور

(۳) اس فائدہ کے حاصل ہونے اور اس کام پر اس

کے مترتب ہونے کی تصدیق۔

(۴) پھر یہ ارادہ برابر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ

عزم (پانچواں) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۵) جس سے نفس میں (اس کام کے کرنے کا) یہ

شوق و ذوق پیدا ہو جاتا ہے جو اعضاء و جوارح کو

حرکت میں لگاتا ہے یہاں تک کہ وہ فعل ہم سے صادر

ہوتا ہے مگر خدا کا ارادہ (اس طرح نہیں ہے بلکہ)

کسی چیز اور اس میں جو علت چھیدہ ہے علم ذاتی

قدیم سے اس کے معلوم کرنے اور جب اس کو عالم

وجود میں لانے میں مصمت ہو تو اس کو وجودیہ کا

نام ارادہ ہے پس بتائیں ارادہ ایذائی یا تو صرف کسی

چیز کو وجود دینے کا نام ہے جیسا کہ اخبار المپیف میں

وارد ہے (کہ ارادہ الہی صفات فعل میں سے ہے۔)

یہ طرہ بات کا نام ہے جیسا کہ متکلمین کا نظریہ ہے اسی

طرح یہ تو کہو کہ دو سنی و جمہور ہے مگر ساعت اور

صارت کا حال ہم میں یہ ہے کہ سموعات (جو باتیں

کانوں سے سنی جاتی ہیں) اور مبصرات (جو چیزیں

آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں) کا علم حاصل ہو باقی

رقی یہ بات کہ ہم کان سے سنتے اور آنکھ سے دیکھتے

کافیۃ فی ایجاد کل شئی و تقول

تعالی مرید و الارادة فیما تتصمى

امورا من التصور لذلك الفعل و

تصور مصعته و التصديق بحصولها

و ترتبها عليه مع تردد غالباً حتى

ينتهي الى العزم فيبعث في النفس

شوقی یوجب تحریک العضلات و

الادوات حتى يصدر ما ذالك

الفعل و ارادته تعالی ليست الا علمه

القديم لذاتی بالشیئی و بما فيه من

المصلحة لم ایجاده فی زمان تکون

المصلحة فی ایجاده لا ارادة اما

ایجاد للشیئی کما و رد فی الاحبار

او علمه بکونه اصلح کما قاله

المتکلمون و کذا القول انه سمیع

و بصیر و ما هو کمال فیما من

السمع و البصر هو العلم

بالمسموعات والمبصرات و اما

كونهما بالآتي السمع و البصر مع
 سائر شرائطهما فانما هو عجزنا و
 احتياجنا الى الآلات و اما فيه فليس
 الا علمه بالمصرعات و المصبرات
 ابدأ بهدائه البسيطة من غير حدود
 صورة و الية و اشتراط و جود
 ذلك الشئ فانها صفات النفس و
 كذا تقول انه حي و الحيوة فيها اما
 هو صفة رائده بقتضى الحس و
 الحركة و فيه تعالى ثابت على وجه
 لا يتصل بالنفس لانه حتى بهدائه لانه
 يصدر منه الاعمال و يعلم جميع
 الامور لذاته البسيطة نفوس
 مقام الضمت و الآلات لها لما
 هو كمال في الحيوة من كونه
 مدركا ثابتا له تعالى و ما هو
 نقص من الاحتياج الى الكيفيات
 و الآلات مفقوده و كذا تفصيل

ہیں اور وہ بھی اس وقت جب کہ دیکھنے اور سنیے کے
 شرائط موجود ہوں (مثلاً دیکھنے میں ایک شرط یہ ہے
 کہ وہ چیز کسی جہت میں ہو، اور دوسرے یہ کہ اس کے
 لیے خارجی روشنی موجود ہو، تیسری یہ کہ جب دُور سے
 دور نہ ہو چوتھے یہ کہ وہ چیز جسم رکھتی ہو وغیرہ وغیرہ۔
 تو یہ اس لیے ہے کہ ہم آلات و اسباب کے محتاج ہیں
 مگر خدا کے سبیل و بصیر ہونے کا مطلب بجز اسکے اور
 کوئی نہیں ہے کہ وہ تمام مسدودات اور مصبرات کا ذاتی
 علم رکھتا ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات میں اس چیز
 کی کوئی صورت پیدا ہو یا وہ کسی آلہ کا محتاج ہو اور وہ
 چیز خارج میں موجود ہو (لان علمه قبل الخلق
 كعلمه بعد الخلق) کیونکہ یہ امور نقص و عیب کی
 علامت ہیں (جس سے اس کی ذات منزہ ہے) اس
 طرح تمام یہ تو کیونکہ وہ حق (زندہ) ہے مگر ہم میں حیات
 ایک صفت زائد بر ذات ہے جو جس و حرکت کا تقاضا
 کرتی ہے مگر خدا میں یہ صفت اس طرح ثابت ہے
 کہ اس سے کوئی نقص لازم نہیں آتا یعنی وہ بالذات
 زندہ ہے کیونکہ اس سے مختلف افعال و اعمال کا صدور
 ہوتا ہے اور وہ تمام امور و اشیاء کو جانتا ہے۔ (اور یہ
 اس کی حیۃ و زندگی کی ناقابل رد دلیل ہے۔ خلاصہ
 کلام یہ ہے کہ ہم میں تو مختلف خارجی آلات و
 اسباب کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہاں صرف اس کی
 بیحد ذات ان سب کے قائم مقام ہے پس جو چیز کسی

انہ منکلم و الکلام فیہ اسما
 یسکون بآلات و ادوات و
 کلامہ تعالیٰ ابجدہ الاصوات
 فی ائی فی ارادہ العاء الکلام فی
 نفس ملک او نہی او شہر
 ذلک فلا یفہوم بہ و لا یحتاج
 فی ذالک الی آلة و ہو حادث
 و ہو من صفات فعلہ و ما ہو
 کمال ذاتی من ذالک لہو
 قدرتہ تعالیٰ علیٰ ابجدہ الکلام او
 علمہ بمدلولاتہ و ہما قدیمان من
 صفاتہ الذاتیہ غیر رائدۃ علی ذاتہ
 تعالیٰ و ہکذا فی جمیع صفاتہ فلا
 تنف عنہ تعالیٰ الضمۃ و لا تنبت لہ
 ما یوجب نقصاً و عجزاً
 ثم اعلم انہ صادق لا یجوز

ہستی کی حیرت کا مائل ہے یعنی مددک اور عالم ہونا وہ
 اس کے لیے ثابت ہے اور جو چیز باعث نقص ہے
 یعنی آلات و کیفیات کا محتاج ہونا وہ اس سے مبرا
 ہے۔ اسی طرح تم یہ تو کہو کہ خدا متکلم ہے مگر جب ہم
 کلام کرتے ہیں تو اسباب و آلات (زبان، منہ
 وغیرہ) کے محتاج ہوتے ہیں لیکن خدا کے کلام کرنے
 کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام
 (یعنی حروف اور آواز) پیدا کر دیتا ہے یا فرشتہ اور نبی
 کے نفس میں کلام اللہ کر دیتا ہے۔ پس یہ کلام نہ تو خدا
 کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں
 وہ کسی آلہ و سبب، غیر و محتاج ہے، یہ صفت (کلام)
 حادث ہے (نہ قدیم) نیز یہ صفات فعل میں سے ہے
 (نہ صفات ذات سے) ان فرض اس سلسلہ میں جو کچھ
 خدا کا ذاتی کمال ہے وہ یہ ہے کہ خدا کلام کے ایہاد
 کرنے پر قادر مطلق ہے یا کلام کے مدوں و نذ عا کا
 علم رکھتا ہے البتہ یہ قدرت اور علم خدا کے صفات
 ذاتیہ میں سے ہیں اور قدیم ہیں حادث اور زائد
 بروات نہیں، یہی قانون تمام صفات خداوندی میں
 برابر جاری و ساری ہے کہ نہ تو اس سے اصل صفت
 کس کی نئی کر د اور نہ ہی اس کے لیے وہ کیفیت
 مذہبت کر د جو اس کیلئے باعث نقص و عیب ہو، نیز یہ

لہذا اس اجمال کی ہر ضرورت تشریح یہ ہے کہ خداوند عام کی صفات کی تین قسمیں ہیں۔
 (۱) ہمیشہ اس کے لیے ثابت ہوگی

عليه الكذب

بھی معلوم ہے کہ خداوند عالم صادق ہے اس کے لیے کذب (نہوت) ادا نہیں ہے۔

حدوث عالم کا بیان:

ثم لا بد ان تعتقد ان

العالم حادث اي جميع ما

رى الله بمصرى انه بتهي

ارصة وجودها في الارل الى حد

یہ انتقاد رکھنا لازم ہے کہ عالم یعنی خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے یا اس معنی کہ اس میں اس کی ابتداء موجود ہے (جس سے قبل وہ موجود نہ تھا) اور وہ نام میں حادث ہے جو ممکن کیا کرتے ہیں کہ حادثہ حادث ہے (مگر بالعرض قدیم ہے یا افراد کے اعتبار

(۲) بھی بھی اس کے لیے ثابت نہ ہوں گی

(۳) بھی ثابت ہوگی اور بھی نہ پہلی قسم کا تعلق نہ ہوگا۔ ات یا ہی تعالیٰ سے ہے اس لیے انہیں صفات

ذاتیہ، صفات کمالیہ صفات حمید، صفات حلیہ اور صفات ذات الاضافہ کہا جاتا ہے جیسے علم، قدرت، حیات وغیرہ۔ یہ صفات عین ذات ہیں۔ یعنی ذات و صفات میں بھی جہ الی فاقصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح ذات احدیت کی اصل حقیقت تک ہمارے عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے اسی طرح ان صفات کی اصل حقیقت تک بھی ہمارے لبہ کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ لہذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا عالم ہے تو دراصل مقصد یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ وہ جاہلی نہیں ہے۔ اور جب یہ کہتے ہیں کہ وہ قادر ہے تو غرض یہ ظاہر کرنا ہوتی ہے کہ وہ عاجز نہیں ہے، اصل خدا القیاس جہاں تک خدا کے علم اور قدرت کی حقیقت کا تعلق ہے تو وہ ہمارے اور ان کی حدوں سے ماوراء ہے۔ دوسری قسم کی صفات و صفات معلیہ اور صفات جلائیہ بھی کہا جاتا ہے جیسے یہ کہ حد جسم نہیں رکھتا، کسی چیز میں صوں نہیں کرتا اور عقل قیچ نہیں کرتا وغیرہ۔ اور تیسری قسم کی صفات فعلیہ اور صفات اضافات کہلاتے ہیں کہ ان کا تعلق خدا و ہر عالم کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ وہ خالق و رازق اور مہیہ ہے، جب خدا نے یہ کام انوراہیا نہیں دیے تھے تو اس وقت بالاصل خالق و رازق وغیرہ نہیں تھا اور اس سے کوئی تعلق بھی لازم نہیں تھا، ہاں جب یہ کام انجام دے تو خالق و رازق کہلایا، اس سے زیادہ وضاحت و صراحت کی یہاں سجاوٹ نہیں ہے۔

وهذا القول كاف للخواص لصلأ عن لغوام كما لا يخفى على اولي الافهام (مفتی عز)

و يقطع لا على ما أوله
الملاحدة من الحدوث الذاتى
فان على المعنى الذى ذكرنا
اجماع جميع المبين والاحبار
به متظافرة متواترة والقول
بقدم العائم و بالعقول
القديمة و الهبولى القديمة كما
يقول الحكماء كهر

ثم اعلم ان انكار ما علم ثبوته
من الذين ضرورة بحيث لا يحصى
على احد من المسلمين الا ماشاء
كهر يستحق مكره القتل

و هي كثيرة كوجوب
الصلوات الخمس و اعداد
ركعاتها و اوقاتھا فى الجملة و
اشتمالها على الركوع و السجود

سے حادث ہے اور نوع کے لحاظ سے قدیم ہے) اسی
طرح اہل کے لحاظ سے بھی اس کی انتہا موجود ہے جس
کے بعد وہ نہ ہوگا۔ عام کے حادث ہونے کا جو مفہوم
ہم نے بیان کیا ہے اس پر تمام اہل ادیان و مل کا
اجماع و اتفاق ہے اور اس کے بارے میں اخبار
متکثرہ و متواترہ موجود ہیں۔ عالم کو قدیم سمجھنا یا عقول
قدیمہ (جنہیں عقول مشرکہ کہا جاتا ہے) کا قائل ہونا یا
یہولی (ماذہ) کو قدیم جاننا جیسا کہ لہاسنہ و حکماء کا
اعتقاد ہے بالکل کفر ہے، (کیونکہ خداوند عالم کے سوا
کوئی چیز قدیم نہیں ہے)

ضروریات دین کا بیان اور ان کے انکار
کرنے کے احکام

جاننا چاہیے کہ جس چیز کا دین اسلام سے ہونا
اس طرح بالضرورۃ و بالبداہت ثابت ہو کہ سوائے
کسی شاذ و نادر فرد کے اور کسی بھی مسلمان پر غلطی نہ ہو
(اور نہ کسی نے اس کی صحت اور اس کے ثبوت میں
اختلاف کیا ہو) اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس کا منکر
قتل کا سزاوار ہوتا ہے۔

اور یہ ضروریات دین کثرت میں جیسے نماز و حج و زکوٰۃ
وجوب ان کی رکعتوں کی تعداد (جو کہ سترہ ہے) ان

لہ دین اسلام سے خارج اگر مرتد ملی ہے تو پہلے اسے توبہ کرنی چاہئے کی، اگر ترے تو نہیں اور تہ قتل کر دیا
جائے گا اور اگر مرتد فطری ہے تو بہر حال واجب القتل ہے۔ (مرحلی حد)

بل تکبیرۃ الاحرام و القيام و
القراءة علی الاظهر و اشتراطها
بالطهارة محملاً و وجوب الغسل
من الجنابة و الحيض بل النكاس
علی الاظهر بل کون الفاسط و
البول و الریح ناقصاً للوضوء علی
احتمال و کون وجوب غسل
الاموات و الصلوة علیهم و دفعهم
و وجوب الزکوة و صوم شهر
رمضان و کون الاکل و الشرب
المعتادین و الجماع فی قبل
المرأة ناقصاً و وجوب الحج و
اشتماله علی الطواف بل النعی
بیس القضاء و المروءة و الاحرام و
الوقوف بعرفة و مشعر بل الذبح
و الحلق و الرمی فی الجملة اعم
من الرجوب و الاستحباب علی
احتمال و وجوب الجهاد فی
الجملة علی الاظهر و رجحان
الجماعة فی الصلوة و الصدقة

کے دہری ادوات اور ان کا رکوع و سجود بلکہ علی ال ظہر
ان کا تکبیرۃ الاحرام، قیام اور قرائت پر مشتمل ہوتا اور
ان کا اجماعاً مشروط۔ چھرت ہوتا (قطع نظر اس
سے کہ اس طہارت کی کیفیت کیا ہے؟) غسل
جنابت و حیض بلکہ علی الظہر غسل نفاس کا واجب ہوتا
بلکہ ایک احتمال کے مطابق پاؤں۔ پیشاب اور رتخ کا
مطلوب وضو ہوتا یا جیسے غسل میت، نماز جنازہ اور دفن
میت کا وجوب اور زکوٰۃ و ماہ رمضان کے روزوں کا
واجب ہونا، درمغول کے مطابق کھانے پینے اور
کاغذ فطرت کے موافق عورت کے ساتھ مباشرت
کرنے کا مکمل روزہ ہونا، حج کا وجوب، اور اس کا
طواف بلکہ صفا و مروء کے درمیان معنی کرنے، احرام
باندھنے، ہتھ معرفات، مشعر اوقف کرنے، بلکہ ایک
احتمال کے مطابق حج کا اجماعاً، قربانی کرنے
سرمنڈانے اور کنکرمارنے پر مشتمل ہونا عام اس سے
کہ (یہ امور) واجب ہوں یا مستحب۔ اظہر یہ ہے کہ
اجماعاً جہاد کا وجوب بھی ضروریات دین میں داخل
ہے (قطع نظر اس وجوب کے شرائط کے) اسی طرح
جہاد کے ساتھ نماز پڑھنے اور فقراء و مساکین کو
صدقہ دینے کا راجح و افضل ہوتا، علم اور اہل علم کے
فضل و کمال کا اقرار کرنا، نفع دہندہ عداقت کی
تقصیت اور نقصان دہندہ جھوٹ کی دفعہ و زناد
لواطت اور شراب خوری کی حرمت۔ ہاں ایسے میدان کی

علی المساکین و فصل العلم و
 اہلہ و فصل الصدق النافع و
 مرجوحیۃ الکذب الضیر النافع و
 حرمة الزنا و اللواط و شرب
 الخمر دون السید لانه مما لا
 یجمع علیہ المسلمون و اکل لحم
 الکلب و التعزیر و الذم و المینۃ و
 حرمة نکاح الامہات و الاخوات
 و البنات و بنات الاح و بنات
 الاخت و العمات و الحالات بل ام
 الزوجۃ و احتیاجا معها علی الاظهر و
 حرمة الزہوا فی الجملة علی
 احتمال و حرمة الظلم و اکل مال
 الفیر بلا جهة تحللہ و حرمة القتل
 بغير حق بل مرجوحیۃ النسب
 و القذف و رجحان السلام و وقہ
 علی الاظهر و رجحان ہر الوالدین
 و مرجوحیۃ عقوبتہما بل رجحان
 صلا الارحام علی احتمال و غیر
 ذالک مما اشتهر بیہم بحیث لا

حرمت ضروریات دین سے نہیں ہے کیونکہ اس کی
 حرمت پر تمام اہل اسلام کا اجماع و اتفاق نہیں ہے
 بلکہ بعض اسلامی فرقوں کے نزدیک جائز ہے۔ (۱) کئے
 اور خنزیر، خون اور مردار کے گوشت کی حرمت اور درج
 ذیل عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا۔ (۲) مانگیں۔
 (۳) بیٹیں (۴) بیٹیاں۔ (۵)
 بی بییاں (۶) پھوپھیاں (۷) خال میں بلکہ علی بن ابی
 زہبہ کی ماں (۸) اور زہبہ کی موجودگی میں اس کی
 بہن (۹) سے نکاح کرنا، علی الاحتمال فی الجملہ سودا
 حرام ہونا اور بد جواز شرعی کسی کا مال کھانے اور بد جہ
 شرعی کسی کو قتل کرنے کی حرمت، بلکہ کسی کو گالی دینے،
 تہمت زنا لگانے کی مرجوحیت اور علی الاکثر سلام
 کرنے اور سلام کا جواب دینے کا رجحان، اسی طرح
 والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت اور ان کی
 نافرمانی کرنے کی رذیلت، بلکہ بناء بر احتمال مسلمہ رحمی
 کرنے کا رجحان وغیرہ اس ضروریات الاسلام جن
 اس طرحت تمام اہل اسلام میں مشہور و مسلم ہیں کہ
 سوائے کسی شاذ و نادر شخص کے ہر کوئی بھی ان میں
 شک و شبہ اور انکار نہیں کرتا۔ (واللہ اعلم)

ضروریات مذہب کا بیان اور ان کے انکار
 کے احکام

باقی رہے وہ امور جن کا بطریق مذکور مذہب

يشك فيه الا من شد منهم

اذا انكار ما علم ضرورة من
مذهب الامامة فهو يلحق فاعله
بالمخالفين و يخرج عن التدبیر
بدین الاثمة الظاهریں صلوات اللہ
عہم اجمعین ک امامۃ الاثمة الا
عشر فصلہم و علمہم و وجوب
طاعتہم و فصل دیارنہم و اما
مردنہم و تعظیمہم فی الجملة

فمن ضروریات دین الاسلام و
منکرہ کافر کالوا حسب و
الخوارج و معاذ من ضروریات
دین الامامة استحلال المتعة و حنغ
القمع والبرالہ عن

و معاویة و یزید بن معاویہ و
کل من حارب امیرالمؤمنین او
غیرہ من الاثمة و من جمیع قتلة
الحسین علیہ السلام و قول حتی
علی غیر العمل فی الادان

امامیہ کی ضروریات سے ہونا ثابت ہے، ان کا انکار
کرنے والا مذہب الی بیت سے خارج ہو جاتا ہے
(مگر چہ اسماء کے دائرہ میں داخل رہتا ہے) اور
مخالفین کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے، جیسے کہ ائمہ
عنا مشرکی امامت حق، ان کے غم و فضل اور کمال و
جدل، ان کی طاعت و اتباع کے واجب ہونے اور
ان کی زیارت کی فضیلت کا انکار کرنا لیکن جہاں تک
ان کی محبت و مروت اور تعظیم و تکریم کا تعلق ہے تو وہ
ضروریات دین میں سے ہے اور جو ان کا منکر ہے
جیسے ناپسند اور خارجی وہ کافر ہے۔ مجتہدین امور کے
جن کو مذہب شیعہ کے ضروریات میں سے شمار کیا گیا
ہے، متذلل اور حجاج قمع کو طلال سمجھتا بھی ہے، نیز
قلاں قلاب، قلاں اور یزید اور اس کے باپ اور ہر
اس شخص سے بغض و ابرائی اختیار کرتا ہے جس نے جناب
میرالمؤمنین یا دیگر ائمہ ظاہریں میں سے کسی کے
ساتھ جنگ و جدال کیا ہے، اسی طرح جناب امام
حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے براست ظاہر کرنا
اور زان میں کھرجی علی حیرانہل کہتا بھی ضروریات
مذہب میں داخل ہے۔ (الی غیر ذلک من
ضروریات المذہب)

لے اس مسئلہ اور درج ذیل مسائل میں جو حضرات تفصیل دلائل اور میر حاصل بحث دیکھنے کے خواہشمند
ہوں وہ ہماری کتاب تجلیات صداقت بحسب آفتاب ہدایت کی طرف رجوع فرمائیں۔ (مدنی عہد)

صحیح نبی و ائمہ کا بیان

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ
عہدی علیہم السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے
کہ وہ اذن عمر سے لیکر "فر عمر تک" (افترض مہد سے لحد
تک) ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم و
مطہر ہیں اور یہی اعتقاد باقی تمام انبیاء و مرسلین و ملوک
مقرنین کے متعلق رکھنا بھی ضروری ہے۔

فضائل ائمہ، اہل بیت علیہم السلام

یہ بزرگوار حق مقلوقات خداوندی سے اشرف و
اعلیٰ ہیں اور (سوائے خاتم الانبیاء کے باقی) تمام
انبیاء و مرسلین اور ملوک و مقرنین سے افضل ہیں اور
وہ نریشہ اور قیامت تک کے آئندہ (حتیٰ) حادثات
اور واقعات سے باخبر رہیں۔

ثم لا بدان تعتقد فی النبی و
الائمة انہم معصومون من اول
العمر الی آخرہ من صفائر الذنوب
و کبائرہا و کذا جمیع الابیاء و
الملائکۃ

و انہم اشرف المخلوقات
جمیعاً و انہم الفصل من جمیع
الابیاء و جمیع الملائکۃ و انہم
یعلمون علم ما کان و علم ما یکون
الی یوم القیامۃ

مسئلہ علم امام اسما کے معرکہ الزامات میں سے ہے اس میں کئی قسم کے اختلافات پائے جاتے
ہیں۔ کیا امام کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ خبری ہے یا کھبی؟ امام علم غیب جانتے ہیں یا نہ؟ ان تمام امور کی
تفصیلات مع وائل ہم نے "اصول الشریعت" عقائد اشیعہ میں درج کر دی ہیں، ان تمام تفصیلات و
تحقیقات کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ ان ذوات مقدسہ کا علم ایسی اور حصولی ہے نہ کہ حضوری، ہاں الہی جہاں تک
علم شریعت کا تعلق ہے سے تو وہ بافضل جانتے ہیں اور جہاں تک نویت اور وہاں تکوں کا تعلق ہے تو
اس کے متعلق علم ارادی ہے۔ حتیٰ بعض کو بافضل جانتے ہیں اور بعض کو بالقوہ باین طور کہ جب شری سے
شریا تک جس چیز کے متعلق معلوم کرتا چاہیں تو اسے باعلام اللہ معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ استاد المعجدین
آقائے سید ابراہیم اہل اللہ قاسم، "مضبوط اصول" جلد ۱ ص ۲۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں "العقائد الامامیہ
علیٰ کون علم امام اور دنیا لا فطریاً حضورینا" یعنی فرقہ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام کا علم
ارادی ہے نہ کہ فطری و حضوری۔

و ان عملهم آثار الانبياء و
كتبهم كالنوراة والانبيل
والزبور و صحف ادم و ابراهيم
شيث و عصا موسى و خاتم سليمان
و لميص ابراهيم و الثبوت
والالواح و غير ذالك و انه كما
كان جهاد من جاهد و فمود من فعد
عن الجهاد و سكوت من سكوت و
نطق من نطق و جميع العالمهم و
احوالهم و اقوالهم بامر الله و ان
كلما علمه رسول الله علمه عليا

نیز اس کے پاس سابق امیاء کے آثار و تحرکات
اور کتب و بیانات موجود ہیں جیسے تورا، انجیل زبور اور
توہم و ابراہیم اور شیث کے صحیفے جناب موسیٰ کا عصا،
جناب سلیمان کی انگوٹھی جناب ابراہیم کی قمیص،
تاہوت سینہ، الواح (موسوی) وغیرہ (الغرض سب
انبیائے مطلق کے تحرکات ان کے پاس موجود ہیں)
اور ان ذوات مقدسہ میں سے کسی مجاہد کا جہاد ہو یا
قاعدہ (خائن دشمن) کا قعود، مطلق (بولنے والے) کا
نطق ہو یا سائست و صامت کا سکوت (غرض کہ) ان
کے تمام افعال، اقوال اور اقوال حکم خداوندی کے
مطابق ہوتے ہیں۔ (ہل عباد مکرموں لا
یظہروہ بالمول و ہم بامرہ یعملون) جو کچھ
جناب رسول خدا (منجانب اللہ) جانتے تھے، آپ
نے وہ سب کچھ جناب امیر علیہ السلام کو تعلیم دے دیا

"اصول کافی" میں فرمایا کہ ایک باب اس عنوان کا موجود ہے ان الاعلام اذا اراد ان یعلم شیئ
اعلمہ اللہ۔ اسی طرح صاحب "بحار الانوار" اور "بصائر الدرجات" میں اس قسم کی متعدد احادیث موجود ہیں
اور جہاں تک فقہی و بخودی کی بحث کا تعلق ہے تو اگر اس کے علم کو ہمارے علم سے نسبت دی جائے تو یقیناً فقہی
ہے اور اگر سے علم خداوندی کے با مقابل دیکھا جائے تو بخودی نظر آتا ہے۔ (ولا یحیطون بشئی من
علمہ الا بما شاء)

اسی طرح گو وہ بعلوم اللہ بہت سے معنیات پر مطلق میں مکرر کو "عالم غیب" نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ
شرعی اصطلاح کے مطابق عالم غیب کا اطلاق اس ذات و وحدہ و یکتا پر کیا جاتا ہے جس کا علم کئی و احاطی ہو اور
ذاتی ہو اور وہ صرف اور صرف خالق کائنات کی ذات ہے۔

هذا هو الصراط المستقیم فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔ (مذہبی عند)

ای طرت بر آنے والا امام جب تک ہری مجدد امامت پر فائز ہوتا ہے تو اپنے پیروکاروں کے تمام علم کا عالم ہوتا ہے۔ یہ بزرگوار و آتی رائے واجتہاد سے مسائل میں نہیں کرتے بلکہ منجانب اللہ تمام احکام (مسائل حلال و حرام) کو جانتے ہیں اور ان سے جس چیز کا سوال کیا جائے وہ اس سے ناواقف نہیں ہوتے۔ (الحجۃ من لا یقول لا ادری) وہ تمام زبانیں جانتے ہیں اور تمام لوگوں کو کفر و ایمان کے ساتھ پہچانتے بھی ہیں اور ہر روز اس امت کے نیکوکاروں اور بدکاروں کے (نامہائے) اعلیٰ ان کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

تغویض کی نفی کا بیان

یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان ذوات عالیہ نے خدا کے حکم سے اس کائنات کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السنہ اخبار و آثار میں ہمیں یہ عقیدہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے شیخ رجب برسی وغیرہ نے اس سلسلہ میں جو بعض ضعیف اخبار نقل کیے ہیں وہ کمالیہ اعتبار نہیں ہیں اور ان کیلئے سبب و دلیلیاں حاکم نہیں ہے۔

و کذا کل لاحق یعلم جمیع علم السابق عند امامتہ و اسہم لا یقولون برائی ولا اجتہاد بل یعلمون جمیع الاحکام من اللہ و لا یجہلون شیئاً یستلزمہ و یعلمون جمیع النہات و جمیع اصناف الناس بالایمان و الکفر و یعرض علیہم اعمال هذه الأمة کل یوم ابرارہا و فجارہا

ولا تعتقد انہم خلقوا العالم بامر اللہ لانا قد ہما فی صحاح الاخبار عن القول بہ ولا عبرة بحدیثہما و البرسی وغیرہ من الاخبار الضعیفة و

لہ اقوام عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہے کہ عامۃ الناس ہمیشہ اپنے پیشواؤں اور رہنماؤں کی محبت میں افراط کا شکار رہے ہیں یعنی محبت کے لحاظ جوش و جذبہ میں جنہوں کو ان کے حدود سے بڑھاتے رہے ہیں۔ یہی جذبہ تھا جس نے یہودیوں سے جناب عزیر اور عیسائیوں سے جناب عیسیٰ کو "ابن اللہ" کہلوا دیا اور ان کی دیکھ دیکھی بعض نام نہاد مسلمانوں نے جناب رسول خدا اور علی المرتضیٰ کو خدا کی کے درجہ تک پہنچایا اور بعضوں نے گوان ذوات عالیہ کو خدا تو نہ کہا مگر وہ بھی ال کو خدا کی صفات و کمالات کا حامل قرار دیکر غلو و تغویض کے سمندر کی آغوش گہرائیوں میں گر گئے۔ فضلو و اوضلو اکثر!۔

لا يجوز عليهم التهور والسيان

و ماورد به من الاخبار محمولة

عمى العقبة

و يجب عليك ان تقر

بالمعراج الجسماني و انه عرج

بهذه الشریف و تجاوز عن

اس سلسلہ میں جو بعض اخبار وارد ہیں (جن سے اس کا سودسیان ظاہر ہوتا ہے) وہ تنقید پر محمول ہیں۔ (کیونکہ مخالفین اس کے قائل ہیں)۔

معراج جسمانی کا تذکرہ

معراج جسمانی کا عقیدہ رکھنا واجب ہے یعنی یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بدن شریف کے ساتھ (عالم مکاں کی آخری حد، کاب قوسین و ادنیٰ کی منزل تک) تشریف لے

جس طرح عابد کو محبوب، ساجد کو مکد و مرزوق و رائق المراض خلق کو خالق قرار دینا اور خدا کا انکار کرنا کھلم کھلا غلو ہے (جو سراسر کفر و ادا ہے) اسی طرح یہ کہنا کہ خداے تو صرف سرکار محمد و آل محمد کو خلق کیا ہے بعد ازاں حضرات نے اس کائنات کو خلق کیا ہے اور یہ کہ خدا نے نیک کائنات چلنے کا کام ان ذوات عابد کے سپرد کر دیا ہے، اس میں بڑا غلو و خلق کرتے، رقی دیتے، درہارتے و بھلاتے ہیں یہ کھلم کھلا "تفویض" ہے (جو غلو کا ایک شعبہ و حصہ ہے) یہ عقیدہ باقدح جمیع اہل حق باطل و باطل ہے۔ قرآن اور پورا دفتر حدیث اس کے بطلان کے دلائل سے چمک رہا ہے۔ ائمہ معصومین نے اس فاسد عقیدہ کو رکھنے والوں کو کافر، مشرک اور ملعون قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا خلق و رزق وغیرہ امور خدا نے آپ کے سپرد فرمائے ہیں؟ آپ جواب میں فرماتے ہیں: لا والله ما فوض الله لى احد من خلقه لا الى رسول الله و لا الى الامنة عليهم السلام خدا کی قسم خدا نے کسی بھی مخلوق کو یہ امور سپرد نہیں فرمائے، نہ رسول خدا کو اور نہ دوسرے ائمہ حدیثی کو (کفایۃ لمودین جلد ۱ ص ۲۳۷) حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں و من رعم ان الله عز و جل فوض امر الخلق و الرزق الى جميعه فقد قال بالتفويض و القائل بالجبر كالفر و القائل بالتفويض مشرک جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خدا نے پیدا کرنے اور روزی دینے کا معاملہ اپنی عمتوں (نبی و امام) کے سپرد کر دیا ہے، وہ تفویض کا قائل ہے جو جبر کا قائل ہے وہ کافر ہے اور جو تفویض کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔ (میزان الاخبار ص ۳۷۳ ص ۳۷۴ بحار الانوار ص ۳۵۸)

بعض لوگ اپنے اس فاسد عقیدہ کو "باطن اللہ" یا "امر اللہ" کے پیوند کا سہارا دیتے ہیں حالانکہ یہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور سہارا ہے۔ بعض احادیث معتبرہ میں بالتحریج اس بات کی نفی وارد ہوئی ہے۔

السَّمَوَاتِ وَ لَا تَصْعَدُ إِلَى حَيْثُ
 الْحُكَمَاءُ فِي بَعْضِ الْحَرَقِ وَالْإِلْهَامِ
 عَلَى الْإِفْلَاقِ فَانْهَاجُوا هَبْطَ صَعْبَةٍ
 وَ الْمَعْرَاجِ مِنْ ضَرُورِيَّاتِ الْقُدُسِ وَ
 الْكَارِهُ كَهْرٍ

گئے اور آسمانوں سے آگے نکل گئے۔ فلسفیوں کے
 شبہات پر کان نہ دھرو جو وہ افلاک میں خرق و التیام
 کی لٹی پر پیش کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ بالکل ہی
 بزدل اور کمزور ہیں۔ عقیدہ معراج ضروریات
 میں سے ہے اس لیے اس کا انکار کفر ہے۔

تسلیم و رضا کا بیان

وَ اِنْ تَكُونُ فِي مَقَامِ التَّسْلِيمِ

یہ بھی ضروری ہے کہ تمہارے دینی پیشواؤں

چنانچہ سارے صحیح العقائد طبع حیدر ہادیوں میں ۱۳ اپریل کو الہ "بھار الانوار" اور "حدیثہ سلطان" جلد ۳ ص
 ۷۸ طبع تھیں پر حضرت امام اعظمی علیہ السلام کی یہ حدیث شریف موجود ہے، فرمایا میں قال مع
 العارفون بامر اللہ فقد کھو۔ جو ممکن یہ عقیدہ رفت ہے کہ ہم خدا کے قلم سے پیدا کرتے ہیں وہ کافر
 ہے۔ انہیں حقائق کی بناء پر سرکارِ علامہ نے یہ فرمایا کہ یہ عقیدہ برہنہ کھو۔ ان بزرگوں نے اللہ کے
 اذن و امر کے ساتھ اس حالم کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح سدر روایات میں یہ بدعقیدہ رکھنے سے ممانعت وارد
 ہوئی ہے اور جو بعض آثار ان حقائق کے خلاف نظر آئیں تو کچھ لوگ وہ خدات و ملحوظہ کی پیداوار ہیں جیسے
 خطبہ البیان و امثالہ کے متعلق غوامس، بھار انوار، سرکارِ علامہ محمدی نے فرمایا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ "بھار
 الانوار" ص ۱۳۶ اور یہاں بھی شیخ صاحب بری جیسے صاحبِ دلیل قسم کے مؤلفین کی روایات پر تبصرہ فرمایا
 ہے کہ وہ ناقابلِ اعتبار ہیں اور بھار الانوار کے مقدمہ میں شیخ صاحب موصوف کی "انوار الیقین" پر تبصرہ
 کرتے ہوئے بھی ایسا ہی فرمایا ہے کہ وہ افراط و تفریط پر مشتمل ہے ولا یتسک مثل عہد۔ ہر قسم کی
 افراط و تفریط سے محفوظ و صحیح عقیدہ یہ ہے کہ مہینہ کا سرتر خدا کا نام کی دست کو سمجھا جائے اور وہاں تک
 رسائی کا ذریعہ وہ وسیلہ اور اس کی بارگاہِ معنی میں شفع سرکار محمد و آہ محمد صبر و صبر کو سمجھا جائے۔ (یابہا
 الدین اتقوا اللہ و اتقوا الیہ الوسیلۃ)۔ (مترجمی عن)

ان شبہات کی بنیاد انہ مہینوں پر قائم ہے اور تفلیکات سے متعلق "ن" اس اعلام کی وجہ سے فقہائے
 سید میں ٹکھری جکی ہیں۔ لہذا سائنس کی موجودہ ترقی کے دور میں جبکہ لوگ چاند پر اپنی ہمت کا پرچم ہرانے
 کے بعد آج زہرہ و مریخ پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، پھر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معراج
 زمینی کی صحت و صداقت محتاج عین نہیں رہی بلکہ سے چاند لگ گئے ہیں۔ (مترجمی عن)

اور حقیقی رہنماؤں کی طرف سے جو کچھ تم تک پہنچے تم
مقامِ حمیم میں رہو اور اس کی اصل حقیقت تک
تمہاری عقل و فہم کی رسائی ہو جائے تو اس پر تفصیلی
ایمان لاؤ ورنہ اجمالی ایمان پر کفایت کرتے ہوئے
اس کا حقیقی علم و مفہوم انہیں ذواتِ مقدسہ کے سپرد
کرو۔ خبردار انہیں پٹی کمزوری عقل کی وجہ سے ان
کے اخبار و آثار کو رو نہ کرنا، شاید (فی الواقع) وہ
انہیں کا ارشاد ہو جسے تم اپنی کچھ بھی سے ٹھکرادو اور
اس طرح عرشِ غلا پر تکذیبِ خدا کے جرم کے
مرکب قرار پاؤ جیسا کہ حضرت صادق (ع) نے
فرمایا ہے۔ عقلی نہ رہے کہ ان حضرات کے علوم بڑے
عجیب اور طوارِ بڑے غریب ہیں جن (کی تہہ)
تک ہمارے عقل و فہم کی رسائی نہیں ہو سکتی اس
لیے اس سلسلہ میں جو کچھ ہم تک پہنچے اس کا رد کرنا
جائز نہیں ہے۔

حضور معصومین عند الحضرین کا بیان

یہ اقرار کرنا بھی واجب ہے کہ ہر مرنے والے
کے پاس خود دو نیکو کار ہو یا بدکار، مؤمن ہو یا کافر
نابکار، جنابِ رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ حاضر ہوتے
ہیں (یعنی مرنے والوں کی زیارت سے مشرف
ہوتا ہے) اور شفاعت کر کے اہل ایمان پر سکراتِ
موت اور اس کے شہائد کو آسمان کر کے ان کو قائم
پہنچاتے ہیں اور منافقین و دشمنانِ اہل بیت کے

کل ما وصل الیک من موالیک
فان ادركہ فہمک و وصل الیہ
عقلک تؤمن بہ تفصیلاً و الاختصاص
بہ اجمالاً و ترد علمہ الیہم و
ایاک ان ترد شیناً من اخبارہم
لضعف عقلک لعلہ یکون مہم
و ردنہ سوء فہمک فکذب
اللہ فوق عرشہ کما قال الصادق
علیہ السلام و اعلم ان علومہم
عجیبة و اطوارہم غریبة لا یصل
الیہا عقلونا و لا یجور لنا ردہا
وصل الیہا من ذالک

ثم اعلم انه یجب الافرار
حضور النبی و الأئمة الاثنا عشر
علیہم السلام عند موت الابرار و
العجبار و المؤمنین و الکفار فیعمون
المؤمنین بشفاعتہم فی تسہیل
غمرات الموت و مکراته علیہم و

يشهدون على الصافين و مبغضى
 اهل البيت عليهم السلام و ورد فى
 الاخبار ان الماء الذى يسيل من
 اعين المؤمنين عند الموت و مرمى
 شدة فرحهم سرورهم برؤية البى و
 الأنعة و يجب الاقرار بذلك
 مجملًا لا يلزم التعرّف فى كيفية
 ذلك انهم لم يلاقوا الاجساد
 الاصلية المثالية او بعبر ذلك ولا
 يجوز التأويل بالعلم و استقاش الصور
 فى القوى الخيالية فانه تحريف لما
 ثبت فى الدين و نصيح لعقائد
 المؤمنين

شدائد و مصائب میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔
 بعض اخبار میں وارد ہے کہ موت کے وقت اصل
 ایمان کی آنکھوں سے جو پانی بہتا ہے وہ جناب
 رسول خدا اور سیدہ خدیجہ کی زیارت سے حاصل
 ہونے والی روحانی مسرت و شادمانی کا نتیجہ
 ہوتا ہے۔ اس بات کا اجمالی اقرار کرنا واجب ہے
 اور اس (حاضر ہونے) کی کیفیت میں غور و فکر کرنا
 لازم نہیں ہے کہ آیا وہ بزرگوار اپنے اصلی اجساد و
 ابدان کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں یا اجساد مثالیہ کے
 ساتھ یا کسی اور طریقہ سے اس حقیقت کی اس طرح
 تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ
 ان (مرنے والے کا) علم ہوتا ہے یا مرنے والوں
 کی قوت خیالیہ میں ان کی مقدس صورتوں کا عکس
 پڑتا ہے کیونکہ ایسا کرنا ایک ثابت شدہ دینی حقیقت
 کی تحریف ہے اور اہل ایمان کے عقائد کو پامال
 کرنے کے مترادف ہے۔

لہٰذا جب تک ایک جسم کا (خود وہ لطیف ہو یا کثیف) ایک آن میں ایک سے راند مقام پر حاضر ہونا ان
 محالات عقلیہ اور ناممکنات قطعہ میں سے ہے جن سے قادر کی قدرت کا تعقّب ہی نہیں ہو سکتا اور کوئی عقول نہ
 طاقت بھی ان کو ممکن بنا کر جو میں نہیں سکتی۔ بھر یہ بھی شیعیان عقل کا مشہور و مسلم عقیدہ ہے کہ ہر مرنے
 والا خود مومن ہو یا منافق، مسلم ہو یا کافر، نیوکار ہو یا بدکار مرتے وقت اپنے اہل کی زیارت سے مشرف
 ضرور ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ایک آن میں بیسیوں لوگ مرتے ہیں تو اگر وہ ہر مرنے والے کے پاس جسم
 اصلی تشریف لے جائیں تو پھر یہ شرعی عقیدہ اس محال عقلی والے مسئلہ سے متصادم ہو جائے گا اور علم کلام کا یہ
 مسلم الثبوت قاعدہ و قانون ہے کہ اگر کسی کوئی شرعی مسئلہ عقلی قاعدہ سے متصادم ہو تو بناء پر تسلیم

<p>جسم سے جدائی کے بعد بقا و روح کا بیان:</p> <p>یہ اعتقاد رخنہ واجب ہے کہ روح جسم سے مفارقت و جدائی کے بعد باقی رہتی ہے، (نہ نہیں ہو جاتی) اور اس مادی جسم جیسے جسم مثالی کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہو چکا ہے (جس میں گوشت پوست نہیں ہوتا) ورنہ برابر جنازہ کے ساتھ ساتھ رستی ہے اور اپنے مشابہت کرنے والوں سے آگاہ رہتی ہے۔ اس اگر وہ مرنے والا مؤمن ہے</p>	<p>و يجب الايمان بان الروح باق بعد مفارقة الجسد و يتعلق بجسد مثل هذا الجسد و هو مع جسده و يطمع على متبعيه فان كان مؤمناً يأشدهم في التعجيل لوصول الى ما</p>
---	---

صحت اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا لازم ہے جس سے دوغابری تصادم ختم ہو جائے۔ (قرآنی تشابہات میں بھی یہی قانون جاری (ساری ہے) یعنی یہ ہے کہ اس مقام پر ہمیشہ عدم اعدام نے اس غابری تصادم کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کی تاویلیں بیان فرمائی ہیں

(۱) حضرت شامیہ اور حضرت سیدہ عائشہ رحمہما نے قرآن میں کیے گئے مرنے والا مرنے وقت محبت یا عداوت اہل بیت کا اثر و نتیجہ دیکھتا ہے۔ (اہل بیت کے لیے دعا و رزق و عطر سیدہ)

(۲) بعض علما کے عقائد میں خود سرکار محسوس ہوا بھی شامل ہیں۔ یہ تاویل فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار مرنے والے کے پاس جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔ (بجاء انوار جہد ۳ ص ۱۲۷ اصناف الانوار جہد ۲ ص ۱۷۳)

(۳) یہ بزرگوار قلوب عالمیہ کی مانند ہے مرکز و مستقر تشریف فرما ہوتے ہیں مگر مرنے والے کی بیانیہ قدر و حیثیت ہو جاتی ہے کہ وہ سب کو دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ گویا میرے پاس تشریف فرما ہیں، یہ تاویل بھی خود سرکار محسوس ہوا میں شامل ہے۔ (بجاء انوار جہد ۲ ص ۱۷۳)

(۴) خداوند عالم مرنے والے کے سامنے ان ذوات مقدسہ کی تشابہات پیش کر دیتا ہے، اس تاویل کو محدث جلیل سید نعمت اللہ جزائری نے انوار العمانیہ ص ۳۵۱ پر اختیار فرمایا ہے۔

(۵) قضاط علما کے کرام میں ایسے خاص اور تشابہات مقامات پر یہ روش اختیار فرماتے ہیں کہ تو محض عقلی استدلال کی بنا پر ایسے حقائق ثابت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی غابری معنوں کا اقرار کرتے ہیں بلکہ ایسے حقائق پر جمادی بیاں رکھتے ہیں اور تفصیلی حقائق انہی کے حوالے کرتے ہیں جن کے گھر سے نکلے ہیں،

قبر میں نکیرین کی آمد

اس وقت اگر مرنے والے بدکار اور عذاب کا سزاوار ہو تو اس کے پاس منکر و نکیر ہیبت ناک شکل و صورت میں دو نیکوکاروں میں سے ہو تو اس کے پاس مبشر و مبشر خوش کند شکل و صورت میں آتے ہیں اور اگر اس سے اس کے تمام عقیدے کے بارے میں (باہم) اور انہوں کے متعلق (باخصوص) نام نام سنا کر رہتے ہیں۔ پس اگر کسی ایک امام کے متعلق بھی وہ صحیح جواب نہ دے تو اس کو ایک ایسا تشکیں کر رہا رہتے ہیں کہ اس کی قبر قیامت تک آگ سے بھر جاتی ہے اور اگر صحیح جواب دے تو اسے تہ کی حمایت و کرامت کی خوش خبری سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح آرام و سکون کے ساتھ نیک چشم ہو کر سو جائے جس طرح عروسی عروسی میں سوتی ہے۔

ملنگ کا مقدمہ میں تذکرہ

خبردار! ان دو فرشتوں اور ان کے سوال و جواب کی کوئی تاویل نہ کرنا کیونکہ یہ عقیدہ (اپنی مذکورہ بالا ظاہری کیفیت کے ساتھ) ضروریات دین میں سے ہے۔ ملنگ کے متعلق طہرین نے جو تاویلات و توجیہات بیان کی ہیں کہ ان سے مراد عقول اور نبیوں فلکیہ ہیں ان کی طرف کان نہ دھرو کیونکہ آیات مظہرہ اور روایات متواترہ سے یہ

فیجئۃ الملکان مسکرو
مسکرو فی سورۃ مہیبة ان کان
معذباً و مبشر و مبشر فی سورۃ
حسنۃ ان کان من الابرار
فیسلان عنہ عن عقائدہ النبی
بعقیدہ من الائمة و احداً بعد
واحد فان لم یجب عن واحد
منہم یضربانہ بعمود من نار
یستلنی قبرہ لارأی الی یوم القیامۃ
و ان اجاب ببشرانہ بکرامۃ اللہ و
بقولان لہ ہم یومۃ العروس
فیرو المعین

و ایاک ان تاویل ہدیہ الملکیں
و سلوہما فانہ من ضروریات الدین
و ایاک ان تصح الی تاویلات
الملاحدۃ فی جمیع الملاحکۃ
بالعقول و النہوس الفلکیۃ فانہ قد

تظاهرات الآيات و قواوت الاخبار
 بگویم احصاءاً لطيفة بقدرور علی
 النشکل بالشکل محتلة و براهم
 رسول الله و الانمة و اہم او لوا
 اجمعة مشی و للاث و ربع و
 اہم اکثر خلق الله و اعظمهم و
 قد وردت الاخبار الکثیرة من
 کل واحد من الانمة فی کیفیاتہم
 و عظمهم و غریب خلقهم و
 شہوہم و اشغالہم و اطوارہم

و یحب ان تعقدان السموات
 غیر متطابقة بل من کل صماء الی
 سماء خمس مائة سنة و ما یبہما
 معلومة من الملائكة فلیورد فی
 الاحادیث انه عامر موضع قدم فی

اس سے زیادہ اس عنوان کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن السوالات
 فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں۔ (منہ علی حد)

لے آسمانوں کی حقیقت ان کی زمین سے دوری اور ان کی دائمی مسافت اور دیگر تمام متعلقہ موضوعات کی
 تفصیلات معلوم کرنے کے لیے کتاب "ابدر البدر" رد ترجمہ "الہدیہ والا سلام" کا مطالعہ بہت سودمند اور
 مفید ہے۔ بعد اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات دوسرے اس کتاب کا مطالعہ فرما چاہیے۔ (منہ علی حد)

حقیقت ثابت ہے کہ فرشتے جسم لطیف رکھتے ہیں
 اور مختلف شکلیں و صورتیں اختیار کرنے پر قدرت
 رکھتے ہیں، جن کو جناب رسول خدا اور ائمہ علیہ السلام
 دیکھتے ہیں۔ وہ پر بھی رکھتے ہیں، بعض کے دو دو بعض
 کے تین تین اور بعض کے چار چار ہوتے ہیں وہ (ز
 روئے خداد) سب مخلوق خدا سے زیادہ اور (از
 روئے جسامت) سب سے بڑے ہیں۔ ان کی
 کیفیت اور بڑائی، عجیب و غریب خلقت، ان کے
 اشغال و خدمات اور اخلاق و اطوار کے بارے میں
 ائمہ و اطہار کے بہت سے خبردار روئے ہیں۔ لہ
 فلکیات کے متعلق اسلامی نظریہ

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ آسمان تہہ بہ
 تہہ نہیں بلکہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک
 پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور ان کا درمیانی حصہ
 فرشتوں سے بھرا ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ
 آسمانوں میں قدم رکھنے کی بھی کوئی ایسی جگہ نہیں
 جس میں خدائی تیج، تقدیس کرنے والا کوئی فرشتہ
 موجود ہو۔

عصمت ملائکہ کا بیان

السموات والارضها ملك يسبح الله
و يقدره

و يجب ان تعقد عصمة
الملائكة و لا تصع الي ما اشهر
بمن عوام الناس و هي التواريخ و
التفسير و هم اخدوا من تاريخ
اليهود من قصة هاروت و ماروت و
تخطية الانبياء قد ورد في اخبارنا
الزاد عليها و تفسير الايات الواردة
فيها على وجه لا يتضمن لسقيم و
خطاهم و لا يسع بهذه الرسالة ذكر
تفاصيلها.

ثم اعلم انه يلزمك
الايما و الادعان بصحة القبر في
الجملة اما انها عامة لجميع الناس
او مخصوصة بغير كمال المؤمنين
يظهر من كثير من الاخبار الثاني و لا

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ملائکہ ہر قسم کے
گناہ و خطا سے پاک اور معصوم ہیں اور ہر دہشت
ماروت و بعض انبیاء کی خطاؤں کے متعلق جو قصے
کہانیاں عوام اور بعض سلاطین و شیوخ و سیر میں مشہور
و مرقوم ہیں وہ ناقابل توجہ ہیں کیوں کہ ان لوگوں
نے یہ قصے یہودیوں کی تاریخوں سے خذ کیے
ہیں۔ ہمارے اخبار میں ان کی رو کی گئی ہے اور اس
سلسلہ میں وارد شدہ آیت (تشیہات) کی ایسی
تفسیر بیان کی گئی ہے جس سے ان کا فسق و فجور اور
ان کی خطا و غش لازم نہیں آتی۔ اس مختصر رسالہ میں
ان تفصیلات کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔
فشار قبر کا بیان:

جانتا چاہیے کہ فشار قبر پر اجمالی ایمان رکھنا
ضروری ہے، باقی رہی اس کی تفصیلات کہ آیا یہ فشار
سب لوگوں کو ہوگا یا کمال ایمان والوں کے علاوہ
صرف دوسروں کو ہوگا بہت سے اخبار سے یہی
دوسری شق ظاہر ہوتی ہے نیز یہ یقین رکھنا بھی
ضروری ہے کہ یہ فشار رزق کو اصلی جسم کے ساتھ

اس سلسلہ میں رسالہ "تحفۃ القیامہ" اردو ترجمہ "تزیین الانبیاء" کا مطالعہ بہت مفید ہے اور مزید
تفصیلات جاننے کے خواہشمند حضرات ہماری تفسیر فیض الرحمان فی تفسیر القرآن کی طرف رجوع
فرمائیں۔ (مد ظہری عن)

بذم الادعاء بكون الصفة في
الحمد الاصلی لا المثالی

ہوتا ہے نہ کہ جسم مثالی کے ساتھ۔

عالم برزخ کی کیفیت کا بیان

(تکیرین کے) سوال و جواب کے بعد دیکھیں

مثالی حسوں میں منتقل ہو جاتی ہیں اس کے بعد اگر

وہ ممکن تھے تو ان میں سے (بعض کی زد میں تو)

اپنی قبروں کے اوپر رہتی ہیں جو اپنی زیارت کرنے

وہوں پر مطلع ہوتی ہیں ان سے مانوس ہوتی ہیں اور

ان کی زیارت سے نفع اندوز آتا رسد ہوتی ہیں اور

(بعض) نجف اشرف (اس کو مشرف کرنے والے

پر ہزاروں درود و سلام) کی و دی السلام کی طرف

منتقل ہو جاتی ہیں اور بعض نیا دلی جنت میں داخل

ہو جاتی ہیں اس کے پھل سے کھاتی ہیں اس کی

شہروں سے پانی پیتی ہیں ان فرض اس کی نعمتوں سے

نفع اندوز ہوتی ہیں جیسے کہ خدا فرماتا ہے جو لوگ

خدا کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مردہ خیال نہ

کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق

پاتے ہیں۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے انہیں جو

کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس سے خوش و خرم ہیں اور اگر

وہ کافر و معاند تھے تو ان (کی روحوں) کو تشنہ جہنم

کی طرف لے جایا جاتا ہے جہاں ان کو قیامت تک

عذاب ہوتا رہے گا۔ اور اگر وہ (مرنے والے)

مستحق (ضعیف العقل) ہوتے تو بعض اخبار

سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو قیامت تک مہلت دی

و بان بعد السؤال و صغطة

القبر ينقلون الى احوالهم المثالية

فقد يكرهون عسى قبورهم و يطلعون

عسى رؤسهم و يأسون بهم و

يستمعون بربابهم ان كانوا مؤمنين و

قد يضلون الى وادی السلام و هو

الجحيم عسى مشرفها آلاف ناحية و

سلام و قد يضلون الى جهة الذب

فيستمعون بصعها و ياكلون من

طواکھها و بشریوں من انهارها کما

قال الله تعالى ولا تحسن الدين

فقتلوا فی سبیل الله امواتہا احياء

عند ربهم يرزقون فرحبس بما

اساهم الله من فضله و ان كانوا

کافرين معاندين يذهب بهم

الى النار فيعذبون الى يوم

القيامة و ان كانوا مستضعفين

فظاهر بعض الاخبار انهم

سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو قیامت تک مہلت دی

سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو قیامت تک مہلت دی

سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو قیامت تک مہلت دی

جائے گی اور اس کو (اس عالم برزخ میں) نہ جزا
ملے گی اور نہ سزا۔

دنیوی جنت و نار کا بیان

یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ جنت الخلد
کے علاوہ خدائے تعالیٰ نے دنیا کے اندر بھی ایک
جنت و نار خلق فرمائی ہے بلکہ امام رضا علیہ السلام
سے ایک روایت میں مروی ہے کہ جناب آدم کی
جنت (جس سے ان کو نکال گیا تھا) دنیا کے باغوں
میں سے ایک باغ تھا وہ جنت الخلد نہ تھی (اور نہ اس
سے کبھی باہر نہ آتے)۔

جنت و جہنم کا بیان

جنت اور جہنم کے وجود پر اس طرح ایمان لانا
واجب ہے جس طرح عقیدہ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ
و سلم سے وارد ہے (کہ جنت میں ظاہری مخلوق و
ملائکہ اور جہنم میں خفیہ تکالیف و شدائد ہوں گے) لہذا
جنت کی معلومات ملتا اور جہنم کی معلومات باطلہ یا
جنت کی اخلاقی حسنہ اور جہنم کی اخلاقی رذیلہ سے
تاویل کرنا سراسر کفر و کجی ہے بلکہ یہ عقیدہ رکھنا بھی
واجب ہے کہ وہاں وقت پیدا ہو چکی ہیں اور موجود
ہیں نہ یہ کہ جہنم میں پیدا کی جائیں گی۔ حضرت امام
رضا علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا کہ جو شخص جنت
و جہنم کے پیدا شدہ ہونے کا انکار کرے وہ آیات
قرآنیہ اور معراج نبویؐ کا منکر ہے (کیونکہ عقیدہ

یمهلون الی یوم النعامة لا یتغمون
ولا یعلبون۔

و یجب ان تعنفد ان لہ
فی الدنیا جنة و مارا سوی جنة
الخلد بل ورد فی الخبر عن
الرضا علیہ السلام ان جنة آدم
کانت ایضا جنة الدنیا لا جنة
الخلد

و یجب الادعاء بالجنة و
النار علی حسب ماورد عن صاحب
الشرع و تأویلہما بالمعصومات
الحقة و الباطلة و الاخلاق
الحسنة و الرذیة کفرو العادیل
یجب الادعاء بکوسہما
مخلوقین بالفعل لا انہما
سیحققان بعد دالک و قلورد
عن الرضا ان من انکر دالک فہو

اسلام نے شبِ معراجِ بخت و بار کو چشمِ خود دیکھا تھا (اور ایسا شخص کافر ہے۔

عقیدہ رجعت کا بیان

رجعت پر ایمان رکھنا واجب ہے کیوں کہ یہ عقائدِ شیعہ مذہب کی خصوصیات میں سے ہے اور نئی و شیعہ میں اندر مل بیت سے اس کا ثابت ہونا مشہور و مسلم ہے۔ ان ذواتِ مقدسہ سے مروی ہے کہ جو شخص ہماری رجعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہم سے کس ہے (یعنی ہمارے مذہب سے خارج ہے) جو کچھ اخبار و آثار سے واضح آشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خداوندِ عالم جنابِ قائم آلِ محمدؑ کے زمانہ ظہور کے وقت یا اس سے کچھ پہلے کامل ایمان والوں کی ایک جماعت کو دنیا میں لوٹائے گا۔ تاکہ ائمہ اطہارؑ کی زیارت کرے اور ان کی حکومت و سطنت دیکھ سکے ان کی آنکھیں کھل جائیں اور کفار و منافقین کی ایک جماعت کو بھی دنیا میں لایا جائے گا تاکہ آخرت سے پہلے ان سے دنیا میں انتقام لیا جاسکے مگر دونوں فریق کے جو مستحق لوگ ہیں وہ قیامت سے پہلے محسوس نہیں ہوں گے۔

اور جہاں تک ائمہ اطہارؑ کے رجوع کا تعلق ہے تو بہت سے اخبار جنابِ امیر اور جنابِ امام حسینؑ جیسا سلام کے رجوع کرنے پر دست کرتے ہیں اور بعض اخبار و آثار جنابِ رسولؐ خدا اور

مکرر لآیات و لمعراج النبی و هو کافر

و يجب ان تؤمن بالرجعة فانها من خصائص الشيعة و اشتهر ثبوتها عن الائمة بين الخاصة و العامة و قد روى عنهم ليس منا من لم يؤمن بکرتنا و الذی يظهر من الاخبار هو ان يحشر الله تعالى فی زمن القائم علیه السلام او قبله جماعة من المؤمنین لتقرّ أعینهم برؤية المتهم و دولتهم و جماعة من الکافرين و المخالمین للانتقام عاجلاً فی الذیاب و اما المستضعفون من العربیین فلا یرجعون الی یوم القيمة الکبری و اما رجوع الائمة فقد دلت الاخبار الكثيرة علی رجعة امیر المؤمنین و کثیر منها علی رجعة الحسین و دل بعض الاخبار علی رجوع النبی و

دوسرے ائمہ خدی کے رجوع کرنے پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان ذوات کا رجوع فرما، جناب قائمؑ کا محمدؐ کے زمانہ میں ہو گیا اس کے بعد یا اس سے کچھ پہلے؟ اس سلسلہ میں خیار میں اختلاف ہے لہذا واجب یہ ہے کہ بعض یوں اور بعض ”مہمبہم السلام“ کے رجوع کرنے پر اجمال ایسا رکھا جائے اور تفصیلات کا علم انہی ذوات عالیہ کے پر دیکھا جائے۔ اس سلسلہ میں جو اخبار وارد ہیں وہ میں نے ”بہار الانوار“ (جلد ۳ طبع قدیم) میں درج کر دیے ہیں اور اس موضوع پر میں نے یہ مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔

قیامت کبریٰ کا بیان

یہ اعتقاد رکھا واجب ہے کہ خدا وہ عالم بروز قیامت تمام لوگوں کو محشور فرمائے گا اور ان کی راحوں کو ان کے اصلی بدنوں میں داخل فرمائے گا، اس حقیقت کا انکار کرنا یا اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا جو اس کے اس ظاہری مفہوم کے انکار کا باعث ہو جیسا کہ بعض محدثین سے سنا جاتا ہے، بالاتفاق کفر و انحراف ہے، قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ قیامت کے ثابت کرنے اور اس کا انکار کرنے والوں کے کفر کا بیان

سائر الانمة و اما کون رجوعہم فی زمان القاتم او بعدة او قبلہ فالاجبار فیہ مختلفہ لوجب ان تعزیر جمعة بعض الناس و الانمة علیہم السلام مجعلاً و ترد علم ما ورد من تفاسیل ذالک الیہم و قد وردت الاخبار الواردة فیہا فی کتاب ”بہار الانوار“ و کتب رسالۃ مفردة ایضاً فی ذالک۔

ووجب ان تعتقد ان اللہ يحشر الناس فی القيامة و يرد ارواحہم الی الاجساد الاصلیة و اسکار ذالک و تاویلہ بما یوجب اسکار ظاہرہ کما یسمع عن بعض الملاحدة کفرو الحاد اجماعاً و اکثر القرآن

لہم نے بھی بقدر ضرورت رجعت کے موضوع پر احسن عنوان فی شرع العقائد میں سیر حاصل فرما کر دیا ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ (مترجمی سے)

وارد فی اثبات دالک و کھر من
انکره ولا تلصت الی شبه الحکماء
فی دالک من نفی اعاده المعلوم و
تاویل الایث والاخیر بالمعاد
الروحانی

و یجب ان تلحق بحقیقۃ
الحساب و تطایر الکتب یمناً
و شمالاً وان اللہ تعالیٰ

وکلّ بکلّ انسان منکب
احدهما عن یمین الانسان و الاخر
عن شماله و یکتب صاحب الیمین
الحسنات و صاحب الشمال

کرنے کے متعلق وارد ہے۔ حکماء و فلاسفہ اس سلسلہ
میں جو شکوک و شبہات پیش کیا کرتے ہیں کہ معدوم
کا احادہ میں ہے یا اس سلسلہ کی آیات و روایات کی
صرف معاد روحانی کے ساتھ تاویل کرتے ہیں تم ان
کی طرف کوئی توجہ اور التفات نہ کرو۔

حساب و کتاب کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ بروز قیامت
حساب کتاب کا سونا اور نامہ ہائے اعمال کا دھنیاں
باقیوں میں دیا جاتا ہر حق ہے (یعنی نیکوکاروں کے
نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں اور بدکاروں
کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں۔)

کرنا کا تبیین کا بیان:

خداوند عالم نے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے
مؤکل فرمائے ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں
طرف۔ دائیں طرف والا فرشتہ انسان کی نیکیاں
لکھتا ہے اور بائیں جانب والا نہ نیکوں، دن کے
فرشتے الگ ہیں اور رات کے الگ۔ دن والے

سلام نے احسن غوغائی شرح العقائد میں ان تمام شکوک و شبہات کے مدلل و قائل جوابات علوم
قدیر و جدید کی روشنی میں پیش کر دیے ہیں۔ اس کی مفصل بحث خود مجھے کے خواہش مند حضرات اس
کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ نیز قیامت کبریٰ اور اسکے بعد اس باب کے اختتام تک جو عقائد سرکار
علامہ مجلسی نے مجملہ بیان فرمائے ہیں انکی تفصیلات احسن النہایہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (منہ غنی عنہ)

فرشتے دن بھر کے اعمال لکھتے ہیں اور چپ دن قلم
ہو جاتا ہے تو وہ چمٹے جاتے ہیں، اور رات واسطے
آجائے ہیں جو رات کے اعمال لکھتے ہیں۔ خبردار
ان کی کوئی تاویل نہ کرنا جیسا کہ آج کل نئے نئے میں
آتا ہے کیوں کہ ایسا کرنا صریح کفر ہے۔

شفاعت نبی و امام کا بیان

جناب رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ کی شفاعت و
سفارش پر ایمان رکھنا واجب ہے اور یہ کہ خدا کسی
دعائے کام پر انعام و کرام کا وعدہ کر کے وعدہ خلافی
نہیں کرتا، ہاں اللہ اگر کسی نہرے کام کرنے پر سزا
کی دھمکی دے کر توبہ (یا شفاعت وغیرہ) سے دوسرا
سقوط کر دے اور (گنہگار) اہل ایمان کو معافی
دے دے تو یہ ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے وعدہ کے
مطابق توبہ کو قبول کرتا ہے (اور یہ اس کا فضل ہے)
باقی رہے کفار و مشرکین اور اہل خلاف میں سے
معاذین تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ہاں
اہل اہل خلاف میں سے جو لوگ مستضعفین ہیں ان
کی نجات کا احتمال و امکان ہے۔ مستضعفین سے
کمزور عقل والے اور وہ لوگ مراد ہیں جن کی
عقلیں بچوں اور عام عورتوں جیسی ہوتی ہیں اور وہ
لوگ جن پر (کسی نبی و امام یا کسی اور ہادی و رہبر
کے ذریعے سے) کماحقہ غیبت تمام نہیں ہوئی (یعنی

الشیئات فی الیوم ملکاً یکتب
عمل الیوم فاذا انتھی الیوم یصدق
بعملہ و یحییٰ ملکاً یکتب عمل
اللیلۃ و ایاک ان تأولہما بما یسمع
فی زمانہما کفر

و یجب ان تؤمن بشفاعۃ
النبی و الانسۃ و ان اللہ لا یخلف
وعدہ بالثواب و یمکن ان
یخلف الوعد بان یغفر لمن
عصاہ من المؤمنین من توبۃ و انہ
یقبل التوبۃ مقتضی وعدہ وہاں
الکفار و المعاندین من اہل الخلاف
مخلفون فی الذار و ان
المستضعفین من اہل الخلاف
مرجون بامر اللہ یحتمل نجاتہم
بفضل اللہ و المستضعفون هم

ان تک آواز حق نہیں بچتی) باقی رہے مومن کرام تو وہ جنت الفردوس میں داخل ضرور ہوتے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں (خوش و محرم) رہیں گے ہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ یا تو بلا عذاب داخل جنت ہوں گے (اللہم اجعلنا منهم) یا عالم برزخ یا جہنم میں کچھ عذاب و عقاب کے بعد (اعاذنا اللہ منہ) نقلی نہ رہے کہ یہ شفاعت صرف ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا عقیدہ درست ہوگا (مگر ان میں کچھ عملی کمزوریاں ہوں گی) ان کے علاوہ اور کسی کی شفاعت نہ ہوگی۔

حبط و تکفیر کا بیان

جاننا چاہیے کہ میرے نزدیک حبط (بعض سنگین قسم کے گناہ کرنے سے بعض نیکیوں کا اکارت ہو جانا) اور تکفیر (بعض خاص اچھے کام کرنے سے برائوں کا محو ہو جانا بعض معنوں کے اعتبار سے جن کی توسیع میں وضاحت کر دی گئی ہے ثابت ہیں) (ہو الحق عندی) اس سلسلہ میں، راشدہ خبر، آثار حد اصواء و شمار سے زائد ہیں اور (علم کلام میں) ان کی نقی پر جو، اہل پیش کیے جاتے ہیں وہ سب کے سب بڑے اور کمزور ہیں جیسا کہ ان میں غور و فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

صحاء العقول الضیاء و النباء
والدین لم یتم علیہم المحبة کما
ہی و ان المؤمنین یدخلون الجنة و
یحلزون فی الجنة اما ہلا
عذاب او بعد عذاب فی عالم
البرزخ او فی النار و اعلم ان
الشفاعة مختصة بالمؤمنین لا
تعمداہم.

و اعلم ان الحبط و التکفیر
ثابتان عندی ببعض معانیہما و
الاحبار الذالۃ علیہما لا تعصو و لا
تضاهی و الذلائل الموردة علی
نفيہما ضعیفة کما لا یحیی علی
المتدثر فیہا

پنل صراط و میزان وغیرہ کا بیان۔

پھر ان تمام حقائق پر ایمان رکھنا واجب ہے
 لازم ہے جو شرعِ اقدس کی زبانِ اطہر پر وارد ہوئے
 جس جیسے پنل صراط و میزان اعمال اور قیامت کے
 دوسرے حالات و کیفیات اور پرخطر و ہولناک
 مناظر و واقعات اور اپنی طرف سے ان حقائق کی
 کوئی سی تاویل کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس
 تاویل کے جو خود شریعتِ مقدسہ میں وارد ہوئی ہو
 کیونکہ کفر و الحاد کا پہلا زینہ ہی اپنے عقولِ ناقصہ اور
 آراء کا سدھ سے حقائقِ شریعہ میں تصرف بھی کرنا
 ہے۔ خداوندی علم ہمیں اور تمام اہل ایمان کو اس سے
 در اس جیسی (غیر شرعی) حرکات سے اپنی پناہ میں
 رکھے۔ (آمین بحمد النبی وآلہ الطہرین)۔
 والسلام علی من اتبع الهدی۔

لم لا بدان تؤمن بكل ماورد
 علی لسان الشرع من الصراط و
 المیزان و جميع احوال القيامة و
 احوالها و لا تأولها بشئ الا بماورد
 تأويله عن صاحب الشرع فان اول
 الكفر والالحاد التصرف في
 النواميس الشرعية بالعقول الضعيفة
 و الاهواء الردية اعادما الله و ماله
 المؤمنين منها و من امثالها و
 السلام علی من اتبع الهدی۔

الباب الثانی

دوسرا باب

لیما بتعلق بکفیتہ العمل

کیفیت عمل کے بیان میں

قد علمت با غلطی ما البتہ
 اولا من لروم مناعة اهل بیت
 العصمة صلوات الله عليهم في
 اقوالهم و التدبر في اخبارهم و
 آثارهم

فاعلم ان الخبر كل الخير
 وجدناه في اخبارهم وما من
 حكمة من الحكم الالهية الا وهي
 مصرحة مشروحة لمن اتاها بقلب
 سليم و عفاي مستقيم لم يعوج عقله
 بسلوك طرق الضلال و
 العصى ولم يأسى فهمه ساطور
 اهل الزيغ والزدی و طریق
 الوصول الى النجاة والصور
 بالسعادات ظاهرة بينة فيها لمن
 رفع غشاوة الهوى عن بصيرته و
 توصل الى ربه في تصحيح نيته و قد

دوست من اقبل از من خانواده عصمت و
 طهارت کے اقوال و افعال میں ان کی پیروی کرنے
 اور ان کے خیر و آثار میں خود و فکر کرنے کے متعلق
 ہم جو کچھ سمجھ چکے ہیں وہ تم معلوم کر چکے ہو۔
 احادیث اہل بیت کی فضیلت کا تذکرہ۔

اب تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ہر
 قسم کی خیر و خوبی کو اس خانواده کے اخبار و آثار میں پایا
 ہے کیونکہ حکم الہیہ و معارف ربانیہ میں سے کوئی
 حکمت و معرفت کی بات ایسی نہیں جو ان میں پوری
 شرح و بسط کے ساتھ موجود نہ ہو بشرطیکہ انسان عقل
 سلیم و طبع مستقیم کے ساتھ ان کا مطالعہ کرے و
 ضلالت و گمراہی کے راستوں پر گامزن ہو کر اپنا عقل
 و فکر کو صحیح نہ کرے اور اپنی ضد و افہم و فراست کو صحیح فہم
 و فکر اور لوگوں کے اخلاق و اطوار سے مانوس نہ کرے
 ان (اخبار) میں دین و دنیا کی ابدی سعادت تک
 پہنچنے کا راستہ ہر اس شخص کیلئے واضح و آشکار ہے جو
 اپنی چشم بصیرت سے خواہشات نفسانیہ کی پٹی
 اتار دے اور اپنی نیت کو صحیح و خالص کرنے کیلئے اپنے
 پروردگار سے متوصل ہو۔ چنانچہ خداوند عالم
 فرماتا ہے کہ جو لوگ ہمارے متعلق کد و کاوش کرتے

ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور یہ بات خدا نے تعالیٰ کیسے ناممکن ہے کہ وہ وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرے بشرطیکہ یہ آنے والا خدا کے پاس ان راستوں سے آئے جن سے آنے کا اس نے حکم دیا ہے

ساک الی اللہ کے فرائض و وظائف کا بیان
ہیں سب سے پہلے جو چیز ساک الی اللہ پر واجب و لازم ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نیت کو صحیح و خاص کرے کیونکہ تمام اعمال و انصاف کے قبول و کس کا وار و ہار موت کے درجہ و مرتبہ پر ہے اور یہ چیز خدا کے ساتھ توسل و تمسک کرے، شیطان کے شر اور خواہشات نفسانیہ کے غلبہ سے بچاؤ مانگے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی پھر ساک کو چاہیے کہ اس بند مقصد کی عظمت اور اس بات میں غور و فکر کرے کہ

وہ ایک بار اس دار فانی سے دار جاودہ کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد پھر ہرگز یہاں واپس

قال الله تعالى والذين جاهدوا في
لهديتهم سلبا و محال ان يعطى
الله وعده اذ اتى الله من الابواب
التي امر الله تعالى ان يؤتى منها

فألدي يجب اولا للتالك
الى الله ان يصحح نيته لان مدار
الاعمال في قبولها و كمالها على
مراتب النيات ولا يثنى ذلك الا
بالتوسل انما بجنابه تعالى والا
مستعاضة من شر الشياطين و غلبة الا
هواء لم يصح في عظم هذا المفسد
الافصى و يتعكر في انه بعد ذهابه
عن هذه النشأة لا يثنى له الرجوع
اليها لتدارك ما قد فات منه

دار و وہ ہیں سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام۔ ارشاد قدرت ہے و التواضع من ابوابہم گھروں میں اس کے دروازوں سے آؤ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان مدینۃ العلم و علی بابہا فوسل اوان العلم لنبات من الیاب میں علم و فضل کا شجر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں جو شخص میرے شجر علم و معرفت میں داخل ہوتا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس کے دروازے سے آئے

بصطفی رسال خوش رو کہ دین ہر اوست

مگر یہ اوست رسیدی تمام بولہی است (مہ غنی حید)

و يعذر عن المحشر العظمى
والمصيبة الكبرى ثم يتعكر في لقاء
هذه الدنيا و تقلب احوالها و عدم
الاعتماد عليها و على عزها و
فخرها و ليرجع في اثناء هذه
التعكرات الى ماورد عن النصة
الهدى في ذلك لا الى كلام غير
هم لان لها لصدورها عن صاحب
الوحي و الا لهام تأثيراً غريباً ليس
لكلام غيرهم و ان كان المضمون
واحداً و ايضاً كلام غيرهم
كالغزالي و ابو طالب المكي و
اضربهما مشتمل على حق و باطل
و انهم يسؤلون باطلهم في اثناء
ذكر الحق في نظر الناطق الى
كلامهم ليدخلوهم في حبالهم و
مصالحهم

نہیں لوٹ سکتے گا تاکہ تلافی یافت کر سکے۔
اور محشر عظمیٰ کی ہولناکی اور مصیبت کبریٰ کی
خوفناکی سے ڈرے اور اس کے شدت سے بچاؤ کی
بھی سے تدبیریں کرے پھر اس دار دنیا کے فنا
ہو جانے، اس کے حالات کے اڑنے پڑنے، اس
پر اور اس کی (چند روزہ) عزت و عظمت پر اعتماد و
اعتبار نہ کرنے پر بھی غور و فکر کرے اور اسے چاہیے
کہ ان تفکرات و تدبیرات کے سلسلہ میں دوسرے
لوگوں کے کلام پر بھروسہ کرنے کی بجائے انہماک اظہار
کے کلام حق ترجمان پر اعتماد کرے کیونکہ مہیہ وہی
والہم سے صادر ہونے کی وجہ سے اس کلام میں وہ
عجیب و غریب تاثیر پائی جاتی ہے جو دوسروں کے
کلام میں نہیں پائی جاتی، اگرچہ دونوں کا مضمون
ایک ہی ہوتا ہے۔ نیز غزالی اور ابو طالب مکی
(دو فیروہ) (محمیہ معرفت صوفیہ) کا کلام حق و
باطل دونوں پر مشتمل ہوتا ہے، یہ لوگ عامۃ الناس
کو اپنے دام ترویج میں پھنسانے کے لیے حق کے
ساتھ باطل کی بھی آمیزش کر دیتے ہیں۔

۱۔ اس سے اس رمزی و ہیبت سمجھے دراپنی عاقبت و قسمت کو سنوارنے و سدھارے کے لیے جس قدر
ہوسکتا ہے پوری جہد و جہد کرے

جوابی کہ روزِ محشر ٹکی خندہ بابت
امروز از صبیحہ فردا کریستن (مرغلی عنہ)

جس کی وجہ سے ان کا کلام ناقابل اعتبار ہو کر رہ جاتا ہے، اس کے برعکس کلام اہل بیت سراسر حق و
صداقت ہے اور اس میں باطل کا کہیں نام و نشان تک بھی نہیں ہے۔ (مرغلی عنہ)

نیت کی حقیقت اور اس کے اقسام کا بیان؟

جاننا چاہیے کہ نیت کی حقیقت وہ نہیں جو عام لوگوں کے درمیان مشہور ہے۔ یعنی کسی چیز کا دل میں تصور کرنا اور پھر عربی یا عجمی الفاظ کا زبان پر جاری کرنا بلکہ دراصل نیت اس جد بہ کا نام ہے جو انسان کو کسی کام کے سرنگی تحریک کرتا ہے اور اس پر تبادہ کرتا ہے اور یہ نفس انسانی میں ایک ایسا پوشیدہ امر ہے جس پر سوائے سادوں کے جو خدا کی اطاعت و نزاری میں بہت جدوجہد کرتے ہیں اور جن کو خدا نے بموجب آیات کریمہ "خدا اسے اس (نفس) کو بدکاری اور نیوکاری کا الہام کر دیا ہے۔" نفس کے جملہ عیوب و نقائص اور اس کی تمام بیماریوں سے نجات دہی کی ہے اور کوئی شخص مطلع نہیں ہو سکتا اور یہ نیت انسان کی اسی حالت کے تابع ہوتی ہے جس پر وہ قائم ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی: قُلْ كُلٌّ عِنْدَ اللَّهِ" کہہ دو کہ ہر شخص اپنی شکل (نیت) کے مطابق عمل کرتا ہے" کی تفسیر میں داروہ ہے (کہ شکل سے مراد نیت ہے) اور یہ بات صاحبان فہم و تدبیر پر پوشیدہ نہیں ہے۔ (اس مطلب کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ) ایک شخص ہے جس کا طور و طریقہ اور عادت دُنیائے دُلوں کی محبت اور اس کی ہوس و حرص ہے اس لیے وہ جب بھی کوئی اچھا یا بُرا کام کرتا ہے تو اس سے اس کی اصلی غرض و عادت دُنیائی کی جمع و ادبی

ثم اعلم ان النية ليست هي ما
استهزئ به الناس من عطور الي
واللفظ بها بالفاظ عويبة او عجمية
بل هي الذاعي الى فعل الانسان و
هي امر كما من في النفس لا يطلع
عليها الى المجنون في طاعة الله
الذي بصرهم عيوب النفس و
وداعبها قال الله تعالى فاعلمها
لحورها ونورها و هي تابعة للحال
التي الانسان مفهم عندها كما ورد
في تفسير قوله تعالى قل كل يعمل
على شاكلته وهذا ظاهر لمن تدبر
فيه مثلاً اذا كان رجل شاكلته و
طريقته و سجيته خب الدنيا و
الحرص عليها ولا يعمل عملاً من
اعمال الخير و الشر الا و مقصوده
الاصلي منه حيوة الدنيا فاذا صلى
كان الباعث له عليه انه اذا احتل

ہوتی ہے، مثلاً جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کا حزرک یہ جذبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ نماز نہیں پڑھے گا تو اس کا دنیاوی نقصان ہوگا اور جب وہ شراب پیتا ہے تو بھی اس لیے کہ اس سے دنیا کے حصول میں اسے مدد ملتی ہے۔ دہلی ہذا اقیاس، جب کسی شخص پر بادشاہوں کی محبت اور ان کا قرب حاصل کرنے کا ذوق و شوق غالب ہو تو وہ جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو پہلے یہ دیکھتا ہے کہ آیا اس کام کو ان کا تعزب حاصل کرنے میں کچھ دخل ہے؟ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ان بہت سے کارہائے حیر کو بجا نہیں لاتا جو بادشاہوں کی طبیعت کے موافق نہیں ہوتے۔

نیت کے معاملہ میں لوگوں کے اختلاف و مراتب کا بیان۔

جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب قسمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ نیت کے معاملہ میں لوگوں کے درجات و مقامات یکساں نہیں بلکہ مختلف ہیں۔

پہلی قسم بعض لوگ وہ ہیں جن پر شقاوت و بد بختی کا غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ ابھی اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ وہ جب بھی کوئی عمل کرتے ہیں تو مذکورہ بالا اغراض فاسدہ میں سے کوئی نہ کوئی دنیاوی غرض فاسدان کے پیش نظر ہوتی ہے، ایسے لوگ اگر اس ندری حالت کے زور کرنے میں کہ وہ کاوش نہیں کریں گے تو رفتہ رفتہ ان کی شقاوت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ وہ اپنے دین و دینیت اور اصول عقائد کو بھی خیر

بالصلوة یحییٰ ذالک بدیہ و اذا شرب الخمر یشرّب لادہ بعینہ علی دنیہ و ہکذا و اذا غلب علی احدی خب الملوک و التقرب عندهم لا یعمل شیئاً الا و ہو یلاحظ ان یكون لهذا العمل مدخل فی التقرب الیہم و القربۃ علی ذلک انه یترک کثیراً من اعمال الحیر لا یوافق طابعہم فاذا تفطنت لذلك

فاعلم ان للناس فی مراتبہم منار و درجات

فمنہم من غلب علیہم شقوتہم کما اشرنا الیہ و لیس المنظور فی اعمالہم الا امثال ما ذکرنا من الامور الفاسدۃ و ہذا اذا لم یسع فی ترک تلک الحالۃ یندرج فی الشقاوۃ الی ان یترک دینہ و عقائدہ ولا یرحی خیرہ ابداً

یاد کہہ دیں گے اور پھر اس کی اصلاح احوال کی کوئی
امید باقی نہیں رہ جائے گی۔

دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو سابقہ (پست ترین
درجہ سے) قدرے بلند ہیں جن کے دل میں دنیا و
آخرت ہر دو کی محبت رائج ہے اس کا گمان ہے کہ یہ
دونوں کام جمع ہو سکتی ہیں لہذا وہ (ان دونوں کا
دامن تقاضے کی کوشش کرتے ہیں) مگر چونکہ وہ
تو اہل قائم نہیں رکھ سکتے اس لیے جب بھی آخرت کی
محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کیلئے عمل شروع کر دیتے
ہیں اور جب حب دنیا غالب آ جاتی ہے تو اس کی
خاطر عمل کرنے لگ جاتے ہیں، اگر ایسے لوگ اپنے
آپ کو اس وجہ سے بلند کرنے کی کوشش نہیں کریں
گے تو بہت جلد وہ پہلے درجہ والے لوگوں کے زمرہ میں
داخل ہو جائیں گے۔ (خداوند کرے کہ ایسا ہو)

تیسری قسم وہ لوگ ہیں جن کے دل و دماغ پر
خدا کے عذاب و عقاب کا خوف مسلط ہے، ان لوگوں
نے جب خدا کے سخت عذاب اور اسکے دردناک
عقاب کے متعلق غور و فکر کیا تو دنیا کی نظروں میں
نیچا و چوٹی ہو گئی اب وہ جس قدر اہل مروت و بھلائی
ہیں اور جس قدر اہل شہید سے دامن پھلتے ہیں وہ
صرف اسی خوف عذاب کا نتیجہ ہے اگرچہ علی الاظہر
یہ عبادت صحیح ہے لیکن کامل نہیں ہے (بلکہ ناقص
ہے) حضرت صادق علیہ السلام سے مروی

والتاسی من ارتفع عن هذه
الدرجة لم يصب نصيب الدنيا و
نصيب الآخرة معاً و برغم انهما
يجمعان فقد يغلب عليه نخب
الآخرة فيعمل لها و هذا اذا لم
يرفع نفسه عن هذه الدرجة
يلحق عما قريب بالاول

والثالث من غلب عليه خوف
عقاب الله و تبه و تعكر في
شديد عدا به و اليم عقابه فصار
ذلك سبباً لحط الدنيا عن نظره
فهو يعمل كلما يعمل من
الاعمال الحسنة و يترك ما
يترك من الاعمال السيئة خوفاً
و هذه العبادة صحيحة علي
الاظهور لكن ليس في درجة

ہے فرمایا یہ تلاموں والی عبادت ہے جو مالک کی سزا سے ڈر کر اطاعت کرتے ہیں۔

چوتھی قسم وہ لوگ ہیں جن پر اس بے پایاں اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق غالب ہے جو خدا نے تعالیٰ نے جنت الفردوس میں نیکو کار لوگوں کیسے مہیا کر رکھا ہے چنانچہ وہ اسی ثواب کے حصول کی غرض سے (شب و روز) خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ روایت میں وارد ہے کہ یہ مزدوروں (اور تاجروں) والی عبادت ہے، یہ سابقہ (تیسری قسم) کے قریب ہے (جو علی الاعتراف صحیح تو ہے مگر کامل عبادت نہیں ہے بلکہ ناقص ہے۔)

پانچویں قسم وہ لوگ ہیں جو صرف اس لیے خدا کی عبادت کرتے ہیں کہ خدا (اپنے ذاتی کمالات اور عظیم نعمت کی وجہ سے) لائق عبادت ہے، یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ چنانچہ جناب امیر المومنین (خدا کو خطاب کر کے) کہتے ہیں میں نے تیری جہنم کے خوف یا تیری جنت کے شوق میں تیری عبادت نہیں کی بلکہ صرف تجھے لائق عبادت سمجھ کر تیری عبادت کی ہے۔

حضرت صادق علیہ سلام سے منقول ہے فرمایا یہ آزاد لوگوں والی عبادت ہے، یہ دعویٰ (جو جناب امیر نے فرمایا ہے) اسی ذات مقدسہ کے شایان شان ہے اگر کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ قابلِ سماعت

الکمال و قد ورد عن الصادق علیہ السلام انہا عبادۃ العبد

الرابع: انه قد غلب علیہ الشوق الی ما اعد اللہ للمحسن فی الجنة لیبعد اللہ لعلب تدک الامور و قدور و فی الخبر انہا عبادۃ الاحراء و هذا قریب من السابق

والخامس، انه بعد اللہ لانه اهل للعبادة و هذه درجۃ الصدیقین و قد قال امیر المومنین ما عبد تک خوفاً من مارک ولا طمعاً فی جنتک بل وجدتك اهلاً للعبادة لمبدتک و قدورد عن الصادق انہا عبادۃ للاحرار ولا یسمع هذه الدعوی من غیر ہم اد لایکون هذا الالص یعلم من

نہیں ہے کیونکہ ایسی دجوی وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ یقین ہو کہ اگر بالفرض خدا نے جنت و دوزخ پیدا ہی نہ کی ہوتی بلکہ پناہ بخدا، اگر ایسا ہوتا کہ شہکار کو جنت میں اور نیکوکار کو جہنم میں داخل کیا جاتا تب بھی وہ (جنت و جہنم کے تصور سے ہار تر ہو کر) خدا کی اطاعت ہی کرتا کیونکہ وہ عبادت و بندگی کے لائق ہے۔

چھٹی قسم: وہ لوگ ہیں جو شکر گزاری کے جذبے کے ماتحت خدا کی عبادت کرتے ہیں کیوں کہ جب وہ اپنے خالق و مالک کی نعمت غیر متناہیہ کو دیکھتے ہیں تو اس کی عقل فیض کرتی ہے کہ ایسا عمن و منعم عقلی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے ان نعمات کی وجہ سے اس کی عبادت کی جائے۔

ساتویں قسم: وہ لوگ ہیں جو شرم و حیا کی وجہ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ اس کی عقل و خرد یہ فیض صادر کرتی ہے کہ اچھیاں اچھی اور بُرائیاں بُری ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خدائے عظیم ان کے تمام حالات و کیفیات پر مطلع ہے اس لیے یہ شرم و حیا کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ (اور برائی سے اجتناب کرتے ہیں کہ اس کے سامنے کس طرح من و کریم) ثواب و عذاب کی طرف اس کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ لفظ "احسان" کی تفسیر میں جو وارد ہے کہ "خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ

تفسہ انہ لو لم یکن للہ حجة ولا نارمل لو کان والعیاد باللہ العاصی فی الحجة والمطیع فی النار لا اختار الا طاعة لانه تعالیٰ اهل لها

والسادس: انه یعبد اللہ لانه یلاحظ نعمه تعالیٰ الغیر المتناہیة لم یحکم عقله بان هذا المعنیم مستحق لان یعبد لنعمه۔

والسابع انه یعبد اللہ حیاء لانه یحکم عقله بحسن الحسنات و قبح السيئات و یعلم ان اللہ تعالیٰ مطلع علیہ فی جمیع احواله فهذا یعبده حیاء ولا یلطف الی ثواب ولا عقاب و الیہ یشیر ماورد فی تفسیر الاحسان ان تعبد اللہ كما تک

رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو ضرور
تصنیع دیکھ رہا ہے۔" اس میں اسی (بلند) مرتبہ کی
طرف اشارہ ہے۔

آٹھویں قسم وہ لوگ ہیں جو خدا کی محبت کی وجہ
سے اس کی عبادت کرتے ہیں (ظاہر ہے کہ) محبت
کا مرتبہ کمال و جمال کا اعلیٰ و اکمل مرتبہ ہے اور یہ
مرتبہ و مقام پہچ محبت ہمیشہ اس کا ذکر کرنے، کثرت
عبادت بھانسنے، اس کی (بے حساب) نعمتوں اور
اپنے اوپر اس کے مراعہ و انصاف کو یاد کرنے سے
حاصل ہوتا ہے اور جب محبت حاصل ہو جائے تو پھر
(قانون قدرت و فطرت کے مطابق) محبوب کی
مخالفت چاہر نہیں ہوتی، (اس لیے وہ اس کی
اطاعت کرتے ہیں) اور وہ اپنے کسی نفع و نقصان کی
طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔

نویں قسم وہ لوگ ہیں جو خدا کا قرب حاصل
کرنے کی خاطر اس کی عبادت کرتے ہیں۔
"قرب" کے چند دقیق معنی ہیں جن میں سے بعض
کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں کیونکہ خدا کے
حق میں قرب زمانی و مکانی کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا
(کیونکہ وہ زمان و مکان اور اجسام و ابدان کی
قید سے آزاد ہے) پس اس قرب سے مراد یا تو درجہ
اور کمال والا قرب ہے کیوں کہ نقص و عیب کی صورت
میں آدمی خدا کی جانب سے انتہائی بعید ہوتا ہے اس

تراہ فان لم تکن تراہ فانه
ہواک۔

القائم: ان بعدہ حیاً له
ورتبة المحبة من اعلى
مراتب الكمال و هي تحصل
بداوم ذكره حباله و كثرة
العبادة و تدنر نعم الله تعالى
عليه و الطافه اليه و اذا حصلت
المحبة لا يجوز مخالفة محبوبه
لحبه اياه و لا ينظر الى نفع ولا
ضرر۔

والناسع انه بعد تقرباً اليه
اي طلب القربة و للتقرب معان
دقيقة تشير الى بعضها ادلا
بتصور في شأبه تعالى التقرب
الزماني والمكاني فالمراد اما
التقرب بحسب الدرجة والكمال
اذ في مراتب النقص له عاية النقص
عن جناب لغاية كماله فاذا رفع عن

لیجئے کہ وہ آماں کے آخری درجہ پر قائم رہے لہذا جب
 آدمی اپنے سے بعض نقائص دور کر دے اور بعض
 کمالات سے متصف ہو جائے تو اس کا خدا سے یہ
 بعد کم ہو جاتا ہے اور وہ بعض اخلاق البیہ سے متخلّق
 ہو جاتا ہے یا محبت معنوی اور یاد (محبوب) والا
 قرب مراد ہے کیونکہ جب محبت شرق میں ہو اور
 اس کا محبوب مغرب میں تب بھی وہ ہمیشہ اس کے ذکر
 و فکر اور اس کی طرف سے پُر شدہ خدمات کی یہ
 آوری میں مشغول رہتا ہے، ایسا محبت در حقیقت
 (باوجود بعد مکانی) کے اپنے محبوب سے اس دشمن
 سے بدرجہا قریب تر ہوتا ہے جو اس کے پہلو میں
 بیٹھا ہے یہ حقیقت ہر جسم کے شک اشہ سے ہال تر ہے
 کہ (قرب کے یہ) دونوں معنی عبادت کرنے سے
 حاصل ہوتے ہیں پس ممکن ہے کہ عبادت گزار کا
 مقصد ان دونوں معنوں کے اعتبار سے خدا کا قرب
 حاصل کرنا ہو۔ (مغنی نہ رہے کہ) قرب کے کچھ اور
 معنی بھی ہیں اور مذکورہ بالا درجات کے علاوہ نیت
 کے بعض اور میر محمد درجے بھی ہیں مگر ہم نے بطور
 مثال صرف چند مراتب و مدارج کی طرف اشارہ
 کر دیا ہے تاکہ مؤمن سالک کو اس راستہ کے
 خطرات سے گامی حاصل ہو جائے اور خدا سے
 قریب و تنگ حاصل کرے تاکہ وہ اسے اس راستہ
 کی حدکثوں سے نجات عطا کرے یہاں تک کہ یہ

نفسہ بعض النقائص والتصف ببعض
 الكمالات قل بعده و تخلق ببعض
 اخلاقه او القرب بحسب
 المصاحبة المعنویة والتذكر لانه اذا
 كان محب في المشرق و محبوبه
 في المغرب فهو على النوام في
 ذكره مشغول بخدماته و الامور
 المقترنة اليه و هذا في الحقيقة
 القرب من العدو الذي هو جالس
 بعينه ولا ريب ان هذين المعنيين
 الدين ذكرنا هما بحصول من
 العبادة ليمكن ان يكون غرض
 العابد حصول هذين المعنيين
 وللقرب معان آخر وثلاثة درجات
 اخر فيما بين المراتب التي ذكرنا
 لا يتناهي و انا اشرنا الي بعضها
 على سبيل التمثيل ليعرف المؤمن
 المسالك الى الله خطر هذا الطريق
 و يتوسل اليه ليجيه من مهالك
 هذه المسالك حتى اذا دخل في

رَمْرَمَةَ عِبَادِ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ مِنْ
شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّحِيمِ كَمَا قَالَ
تَعَالَى إِنَّ عِبَادِي لَئِيسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
سُلْطَانٌ

وَلَنَعْمَ مُأْمَلٌ الشَّيْطَانُ بِالْكَلْبِ
الَّذِي يَكُونُ عَلَى أَبْوَابِ النَّاسِ وَ
يُزْجِي مِنْ بَيْتِهِمْ بِدُخُولِ دَارِ مَالِكِهِ
لَا يُمْكِنُ دَفْعُهُ إِلَّا بِأَنْ يَهْرَهُ
الْمَالِكُ وَ يَرْمِيهِ أَوْ يَعْلَمُ أَنَّ
الدَّخَلَ مِنْ أَصْدِقَاءِ صَاحِبِ الْبَيْتِ
فَكَدَا هَذَا الْكَلْبُ اللَّعِينُ مَوْكِلَ عَلَى
بَابِ اللَّهِ تَعَالَى لئَلَّا يَدْخُلَهُ إِلَّا جَابِ
وَمِنْ لَا يَلِيْقُ بِشِقَاةِ الدَّخُولِ لِهَذَا
لِذَا يَهْرَهُ صَاحِبُ الْبَيْتِ بِسَبَبِ
الْإِسْتِعَاذَةِ الْعَبْدِ بِهِ مِنْ شَرِّهِ أَوْ عَمَلِهِ
أَنَّهُ مِنْ مَنَاقِبِهِ هَذِهِ الْحَصْرَةُ وَ مِنْ
خَوَاصِ مَالِكِ الْمَلُوكِ وَ كَثِيرًا مَا
يَدْخُلُ هَذَا الْبَابَ وَ يَخْرُجُ مِنْهُ وَ لَهُ

خدا کے ان مخلص بندوں کے زمرہ میں داخل
ہو جائے جو شر شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں جیسا کہ
خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: "(اے شیطان!) جو میرے
مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کوئی قابو نہیں ہے"
(شیطان کی مثال عنوان)

شیطان کی بہترین مثال وہ ہے جو اسے اس
نیچے کے ساتھ دی گئی ہے جو اپنے مالک کے
دروازے پر بیٹھا ہوتا ہے لہذا جو شخص بھی اس کے
مالک کے گھر میں داخل ہوتا چاہے وہ اسے (کافرا
اور) اذیت پہنچاتا ہے اور اس سے بچاؤ صرف اسی
صورت میں ہو سکتا ہے کہ مالک اسے ڈانٹ لپٹ
پلائے یا ٹھٹھے و یقین ہو جائے کہ یہ آنے والا صاحب
خانہ کے دوستوں میں سے ہے (اس لیے اس کی
یہاں آمد و رفت رہتی ہے) ایسا ہی طرح یہ ملعون
بھی (گویا) خدا کے دروازہ پر بیٹھا ہے تاکہ اس کی
بارگاہ میں اجنبی لوگ اور وہ لوگ جو اپنی شقاوت و
بدبختی کی وجہ سے اس (گھر میں) داخل ہونے کے
باقی نہیں ہیں داخل نہ ہوئے و نہیں۔ جس جب بندہ
اس کے شر سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہے اور خدا سے
جھڑک دیتا ہے یا شیطان کو پتہ چلتا ہے کہ یہ
بندہ اس بارگاہ کے صاحبینِ قرب اور مالک
الملوک کے خواص میں سے ہے اور اس دروازہ پر
اس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ

انس بصاحب البيت لا يعرض له
هذا الكلب فاذا توصل السالك
بجناحه تعالى و صحیح نیت بقدر
الجهد فی بدو الامر بطلب ما یعلم
انه خیر اخرته فیہ و لا یألی بان
یعدہ اهل الزمان و جهلة التوران
حشریاً او قسریاً او راہداً خشکاً
او یسب الی الجہل و اذا کان
یہدہ الصرلة یتظہر لہ الحق عیاناً

لیسہی بعد ذالک ان یتطبی
معلماً مستانساً بکلام اهل البيت و
اخبار ہم معتقدا لہا لاس یأول
الاخبار بالآراء بل من صحیح
عقالہ من الاخبار

و یشرع فی طلب العلم ابتغاء
وحہ اللہ و طلب مرضاتہ و یتدبر
فی اخبار اهل البيت و یکون مقصد

صاحب خانہ سے مانوس و مالوف ہے تو یہ کتنا اسے کچھ
نہیں کہتا۔ پس جب سائلک الی اللہ خدا سے متمسک
ہو اور بقدر طاقت و وسعت بقدرائی سے اپنی نیت کو
صحیح کر لے یعنی صرف ان باتوں کو طلب کرے جن
کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس کی آخرت کی بھلائی
نہیں سمجھ رہا ہے اور اس بات کی ہرگز پروا نہ کرے کہ
اصل زمان اور جاہلان دوران اسے "حشوی" یا
"قشری" یا "زائد خشک" کہتے ہیں یا اس کو چاہل
قرار دیتے ہیں، پس جب وہ اس مرتبہ پر فائز
ہو جائے گا تو حق اس کے سامنے (روزِ روشن کی
طرح) واضح اور جہود کر ہو جائے گا۔

حقیقی معصم کی تلاش

بعد ازاں اسے چاہیے کہ (سب سے پہلے تو)
اپنے لیے معصم و استاد وہ تلاش کرے جو اصل حقیقت
کے کلام اور اخبار و آثار سے مانوس ہو اور ان کی
حقانیت کا معتقد بھی ہو، نہ وہ جوان کے اخبار
(احادیث) کی (دنی) رائے و خیال سے تاویل
کرے بلکہ وہ ایسا ہو جس نے اپنے عقائد (ائمہ
المہدئ کے) اخبار کی روشنی میں درست کیے ہوں۔

علم و بین طلب کرنے کا صحیح طریقہ۔

اس وقت خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے
کی نیت سے طلب علم شروع کرے اور اخبار اہل
بيت میں تاویل و تدبر کرے اور علم حاصل کرنے کا

التحصيل العمل فلا العمل يفع
بدون العلم كما ورد عن الصادق
عليه السلام ان العامل على غير
بصيرة كالسائر على غير الطريق لا
يؤيده سرعة السير الا بعداً ولا
العلم يفع بدون العمل و ايضاً لا
يحصل العلم بدون العمل كما روى
من عمل بما علم أورثه الله علم
ماله بعلمه وقد شبه العلم بالسراج
يكون مع السائر في طريق مظلم
اذا وقف ولم يمش لا يضي له الا
مقدار معلوم و كلما مشى يضي
له مقدار آخر فالعلم يعين على
العمل والعمل يربد في العلم

فيعلم ان يقسم يومه ثلاثة
اقسام في بعض اليوم يسعى لطلب
الرزق الحلال و في بعض اليوم
يتلذذ بالحلال و في بعض آخر
يشغل بالفرائض والتس والواهل

مقصد عمل کو قرار دے کیونکہ علم کے بغیر عمل کوئی فائدہ
نہیں دیتا جیسا کہ حضرت صادق آلِ محمدؑ سے مروی
ہے فرمایا جو شخص علم و معرفت کے بغیر عمل کرتا ہے وہ
ایسا ہے جیسے کوئی شخص غلط راستہ پر چلتا ہے کہ جوں
جوں تیز چلتا ہے (توں توں منزل مقصود) سے دور
سے دور تر ہو جاتا ہے، نیز حقیقی علم بھی عمل کے بغیر
حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ روایت میں وارد ہے کہ جو
شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو خدا اسے سچے سچے علم
عطا فرما دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا، علم کو اس چراغ سے
تشبیہ دی گئی ہے، جو اس تادی کے ہاتھ میں ہو جو
تاریک راستے پر چل رہا ہے کہ جب وہ چلنا ترک
کر دے اور (یک مقام پر) رک جائے تو صرف
تھوڑی سی محدود جگہ روشن ہوتی ہے مگر جب چلنا
شروع کر دے تو اور جگہ بھی روشن ہونے لگ جاتی
ہے۔ (الغرض علم و عمل میں چولی دامن اور لازم و
مزدوم والا رشتہ ہے) علم عمل کرنے پر اخانت کرتا ہے
اور عمل علم میں امانت کرتا ہے۔

تقسیم اوقات کا بیان

ہے (حالب علم) کو چاہیے کہ اپنے دن کو تین
حصوں پر تقسیم کر دے ایک حصے میں رزق حلال
کمائے دوسرے حصے میں حلال لذت سے لطف
حاصل کرے اور تیسرے حصہ میں فرائض و رونا و نال
بجائے (جس میں علم بھی داخل ہے)

علوم و فنون حاصل کرنے میں ترتیب کا تذکرہ
 نیز طالب علم کو چاہیے کہ اصل مقصود ہدایت
 علوم سے پہلے کچھ مقدار آئی و مقداتی علوم کی بھی
 حاصل کرے کیونکہ (علم قرآن) و حدیث میں اس کی
 ضرورت پڑتی ہے جیسے صرف، نحو اور کچھ تہذیبی
 منطق، کچھ تہذیبی اصول فقہ اور بعض لغتی کتب
 تہر (علم قرآن) اور حدیث میں اپنی پوری کوشش
 صرف کرے اور اسے اپنی توجہ کا مرکز بنائے اور کتب
 اربعہ (اصول و فروع کافی من لا یحضرہ الفقیہ
 شیعہ اور تہذیب الاحکام وغیرہ کتب مؤلف
 حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کرے ہمارے
 پاس (بفضلہ تعالیٰ) کتب اربعہ کے طوہ (حدیث)
 کی قریباً دو سو کتابیں موجود ہیں جن سب کو میں نے مع
 ان کی تشریح و توضیح کے کتاب "بہار الانوار" میں جمع
 کر دیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس میں گہری نظر ڈالو
 اور اس کی اقدار گہرائیوں میں غوطہ لگا کر اس سے
 استفادہ کرو کیونکہ وہ اسم باطنی ہے۔ (فی الواقع علوم
 و معارف "ابو محمد کا بیہ پایہ سند ہے۔)

بعض اسرار الاحکام کا بیان

اسے برادر ایمانی تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر
 ہر عبادت کی ایک روح ہوتی ہے اور ایک جسم اور
 ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن، پس ان کا ظاہر

و یسعی ان یحصل یدۃ من
 العلوم الالیه لا لفقار علم الحدیث
 الیہا کعلم الصرف و النحو و قلیلاً
 من المنطق و قلیلاً من علم الاصول
 و بعض الکتب الفقیہیہ ثم یذل
 غایۃ الجہد فی علم الحدیث و
 یطالع الکتب الاربعۃ وغیرہا من
 تصانیف الصدوق وغیرہ ولقد
 اجتمع عندنا عن سبب الکتب
 الاربعۃ نحو من مائتی کتاب و لقد
 جمعناها و فسرناها فی کتاب "بہار
 الانوار" فلیک بالنظر و الحوض
 فی لججہ و الاستفادۃ منہ فانہ
 بحر کما سنی بہ

ثم اعلم یا اخی ان لكل عبادة
 روحاً و جسماً و ظاهراً و باطناً
 لظاہرها و جسدها الحركات
 المخصوصة و باطنها الاسرار

المقصودة منها والثمرات المرتبة
عليها و روحها حضور القلب
والاقبال عليها و طلب حصول ما
هو المقصود منها ولا تحصل
تلك الثمرات الا بهدائك كما
لصلوة التي هي عمود الذين جعلها
الله تعالى الفصل الاعمال البدية و
رتب عليها آثاراً عظيمة قال الله
تعالى ان الصلوة تنهى عن الفحشاء
والمكر و قال رسول الله الصلوة
معراج المؤمن ولا يترتب عليها
تلك الثمرات الا بحضور القلب
التي هي روحها اذ الجسد بلا روح
لا يترتب عليه اثر و لهذا ترى
صلواتنا لا تنهانا عن الفحشاء
والمكر ولا يحصل لنا بها المعراج
عن تلك الذرکات الذیة الی
الدرجات العلیة فان الصلوة
مصعقون الہی و مرکب مصادی
اذ لو حظت فیہا شرائط عملها یقع
لجميع الامراض النفسیة
والاحواء الروحانیة

(اور جسم) تو وہ حرکات مخصوصہ ہیں (جو ایک عبادت
گزار انجام دیتا ہے) اور اس کا باطن وہ سرار و رموز
میں جو اس سے مطلوب ہیں اور وہ ثمرات ہیں جو اس
پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کی روح ہے حضور قلب
اور اس عبادت کی طرف توجہ کرنا اور اصل مقصد کے
عمل کرنے کی کوشش کرنا اور یہ ثمرات صرف اسی
(حضور قلب) سے حاصل ہوتے ہیں جیسے نماز جو
دین کا ستون ہے اور جسے خداوند عالم نے تمام ہدنی و
جسمانی اعمال سے افضل قرار دیا ہے اور اس پر عظیم
آثار و نتائج مرتب فرمائے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے یا تحقیق نماز برائی و ناشائستہ حرکات سے
روکتی ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرماتے ہیں نماز مومن کی معراج ہے مگر اس کے یہ
ثمرات صرف حضور قلب سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں
جو کہ روح نماز ہے کیونکہ جسم بلا روح پر کوئی ثمرہ
مرتب نہیں ہوتا اس لیے تم دیکھتے ہو کہ ہماری نماز
بہیں برائی اور ناشائستہ حرکات سے نہیں روکتی اور نہ
ہی اس سے ہمیں رست و درجات سے بلند درجات کی
طرف معراج ہوتی ہے کیونکہ نماز ایسی ایسی خدلی
مجموع اور آسمانی مرکب ہے کہ مگر اس کی
بجائے آوری کے تملہ شرکاء و آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو
یہ تمام نفسانی و روحانی امراض کے (ارالہ) کے لیے
منفید و سودمند ہے۔

بعض اسرار الصلوٰۃ کا بیان:

پس لازم ہے کہ جب (نماز گزار) آدمی انھیں نماز میں سے کوئی فعل بجالائے تو اس کی جو اصلی غرض دعائیت ہے اس کو پیش نظر رکھے مثلاً نماز سے پہلے جو (سجّہ) دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ نفس انسانی چونکہ ان دنیوی امور میں جن کی بجا آدمی اس کے لیے ناگزیر ہے مشغول ہونے کی وجہ سے وحشی ہو گیا ہے (یعنی خدا اور اس کے دین سے مانوس نہیں رہا) لہٰذا ضرورت تھی کہ نماز شروع کرنے سے قبل ان دعاؤں کے پڑھنے سے خدا کی بارگاہ سے مانوس ہو جائے۔ نیز من بعد قولیٰ نماز کے شرائط کے ایک شرط پر بیزگاری اور گناہوں سے اجتناب کرنا بھی ہے کیونکہ گناہوں کے ارتکاب سے انسان خدا سے دور ہو جاتا ہے اور خدا فرماتا ہے۔ تَدْنِيكُمْ تَوْصِيَةً تَصْلُوْنَ كَيْ تَعْلَمُوْا اَنْ تَقُوْلُوْا فَرَمَاتَا ہے پس جب بندے نے بُرے اعمال کا ارتکاب کیا اور ان کی وجہ سے خدا کی بارگاہ سے بہت دور ہو گیا تو اب وہ نماز پڑھنے سے پہلے تضرع و زاری کرتا ہے کہ خدا اسے معاف کر دے اور اس کے جرائم سے درگزر فرمائے تاکہ وہ خدا کی عبادت کرنے اور اس سے مناجات (راز و نیاز کی باتیں) کرنے کے لائق ہو جائے اور نماز کے شروع میں جو تکبیریں کہی جاتی ہیں اس میں یہ حکمت پوشیدہ

فيلزم ان يكون الامسان متذكراً في كل فعل من الاعمال الصلوٰۃ سرّ ذلك الفعل والغرض المقصود منه فهي الدعوات المتقدمة عليها ايّاس للنفس التي استوحشت بسبب الاشتغال بالامور الدنيوية التي اضطرابها الانسان بحسب الحكم والمصالح ليكون عند الشروع فيها مستاسباً بحسب تعالٰی وايضاً من شرائط قبولها التقوى والورع عن المعاصي اذ يارتكابها بعد عن ساحة لربة وقد قال الله لما يغفل الله تعالٰی من المتقين ولما ارتكب العبد الاعمال السيئة و بعد بسببها عاية البعد يتضرع قبل الصلوٰۃ ان يغفر له و يصحح عن حرالمه ليصير اهلاً لان يعبدہ و يناجيه و في التکبيرات تنويه لجناحه تعالٰی عن الشريك و الحثل والنقص و عن ان يكون للعبد ادراكه بالقوى الظاهرة والباطنة والعقول والافهام

والتذكر للعقائد الحقّة لتستقر في
النفوس و في دعاء التوجه تدقّس
الاخلاص في النية والاطهار لغاية
العبودية ورفع النظر عما سواه و
التوجه بسريره اليه و في القراءة
مكالمة مع المحبوب الحقيقى و
محاجات بذكر معامده اولا و
وصفه بالادّعاء الكمالية وسيلة
امام المحاجات ورعاية لاداب
المكالمات والمحاجات ثم اظهار
العبودية لم التعلّى عن الحول
والقوة والاستعانة به في جميع
الامور خصوصا في العبادة لم طلب
الهداية الى صراط مستقيم و هي
صراط النبى والائمة في جميع
العقائد والاعمال والاخلاق
والطرق الى الله تعالى و هذا
المطلب مشتمل على جميع
المطالب العالية ثم الاستعانة عن
صراط اعدائهم ويسروح فيه جميع
العقائد الباطلة والاخلاق الردية
والطرق المضلّة و جميع

ہے کہ خداوند عام کی ذات کی شریک، مثل اور ہر قسم
کے نقص و عیب اور اس بات سے تزیید و تقدیس اور
پاکیزگی بیاں کی جائے اور یہ کہ ظاہری و باطنی قوی
اور محمول و فہم سے اس کی اصل حقیقت تک رسائی
نہیں ہو سکتی نیز ان سے عقیدہ حق کی یاد تازہ ہو جاتی
ہے تاکہ وہ طبعیتوں میں راسخ ہو جائیں اور دعائے
توجہ (وجہت و جمعی للذی۔۔۔ الخ) میں خلوص نیت
کی تعلیم بندگی کا نگہار، سوسى اللہ سے قطع نظر اور
خدا کی طرف مکمل توجہ و انقطاع کا اعلان کرنا مقصود
ہے۔ اور (حمد و سورۃ) پڑھنے میں محبوب حقیقی کے
ساتھ اس طرح باہمی گفتگو و محاجات ہے کہ پہلے اس
کے محامد و مناقب اور اس کے اوصاف کمالیہ ذکر کیے
گئے ہیں تاکہ وہ حاجت برآری کا ذریعہ قرار پائیں
اور باہمی گفتگو اور راز و نیاز عرصہ کرنے کے آداب
کی رعایت بھی مد نظر رہے، پھر اس میں بندگی کا
نگہار اور پھر اپنی عاقبت و قوت سے بیزاری اور تمام
امور میں باہم اور ادائے عبادت میں بالخصوص خدا
سے مدد و طلب کرنے اور پھر سیدھے راستے پر چلنے و
گامزن رہنے کا سوال ہے اور اس (صراط مستقیم)
سے مراد تمام مقامات و اہمال، اخلاق و اطوار اور خدا
تک پہنچانے والے راستوں میں سے سرکار محمد و آل
محمد علیہم السلام کا راستہ ہے اور یہ مطلب (صراط
مستقیم کی طلب) تمام مطالب عالیہ پر مشتمل ہے،

العسوق فانها جميعاً صراط
اعدائهم و كذا في التوكوع
والسجود خضوع و تدلل لله تعالى
لذفع ما في الانسان من الكبر
والفخر والعجب فامر بان يضع
مكارم بدنه على التراب عند ربه
فكذا في كل فعل من الافعال حكم
جسيمة و مصالح عظيمة لا يفي
بشرحها الكتب العظيمة و قد ورد
في الاخبار لكل فعل من الافعال
الفضيلة اسرار غريبة و حكم
عجيبة و انما او مانا في هذه
المقام الى بعض منها من جهة
التفصيل والا لا يفي هذه الرسالة
و آلا انما لها بشرح واحد
مها لم يفي ان يرجع الانسان
الى الاخبار الواردة فيها و في
اسرار جميع العبادات و
حكمها و ياتي بكل فعل على
وجه ليكون كل فعل من الافعال

بحران ذوات مقدسہ کے دشمنوں کے راستہ سے خدا
کی بناء مانگی گئی ہے اور اس میں تمام عقائد باطلہ،
خلاق رذیلہ، گمراہ کن راہیں اور ہر قسم کے فسق و فجور
داخل ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں ان کے دشمنوں کا
راستہ ہیں۔ اسی طرح رکوع و سجود میں خداوند عالم کی
بارگاہ میں خشوع و خضوع اور اپنی دست و پا جزی کا
انکھ رہے تاکہ انسان میں جو کبر و نخوت ہے وہ دور
ہو جائے اس لیے اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے
جسم کے افضل و اعلیٰ اعضاء کو اپنے پروردگار کے
سامنے خاک پر رکھے اسی طرح فعال نماز میں سے
ہر فعل میں وہ عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ جن
کی شرح بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں مل سکتی۔ (تو
اس مختصر رسالہ میں ان کی کہاں گنجائش ہے) اخبار
میں نماز کے ہر فعل کے عجیب و غریب اسرار و رموز
بیان کیے گئے ہیں ہم نے اس جگہ صرف بطور مثال
بعض اسرار کی طرف اشارہ کر دیا ہے ورنہ یہ رسالہ کیا
ایسے ہزاروں رسائل بھی صرف ایک حکمت و مصلحت
کی شرح و توضیح کے لیے کافی نہیں ہیں لہٰذا پس انسان کو
چاہیے کہ نماز بلکہ تمام عبادات کے اسرار و رموز کے
سلسلہ میں جو اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں ان کی
طرف رجوع کرے اور ہر فعل کو کما حقہ، بجالاتے تا

لہم نے اپنی کتاب قوانین الشریعتی قد حفظ یہ میں ان اسرار کا مکمل ایک اچھا خاصہ ذخیرہ جمع کر دیا
ہے۔ (مستثنیٰ نہ)

کہ اس کا ہر فعل قریب خداوندی کا وسیلہ نفس کی تکمیل کا سبب اور طریق نجات کا راہبر و راہنما قرار پاسکے۔
 وعاد مناجات کا تذکرہ:

پھر یہ بھی چاہنا چاہیے کہ خدا تک پہنچنے کے جس قدر راستے ہیں ان میں سے جو راستہ سب راستوں سے زیادہ قریب ہے وہ دعا و مناجات والا راستہ ہے جیسا کہ بہت سے اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے۔

شرائط دعا کا بیان:

لیکن دعا و پکار کے کچھ شرائط ہیں (جن کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے) جیسے حضور قلب، توسل، غیر خدا سے قطع امید، خدا پر کامل اعتماد اور سب چھوٹے بڑے کم و زیادہ غرضیکہ تمام معذات میں اسی وقت دعا و پکار کی طرف توجہ کرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا۔
 اور عیدہ حیات کے اقسام۔

جو دعا کہیں جناب رسالت خدا اور آئمہ ہدی سے منقول ہیں اور وہ قسم کی ہیں۔

جو کہ قسم یہ اور دو اقسام ہیں جو ہر شب و روز میں مقررہ اوقات میں پڑھے جاتے ہیں جو عقائد حقہ کی تجدید و حیات کی طلب، رزق کے حصول اور دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے اور اس قسم کے دوسرے مطالب حقہ پر مشتمل ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ

وسيلة لقربه وسببا لتكميل نفسه
 وهداية له الى سبيل نجاته

ثم اعلم ان اقرب الطرق الى
 الله تعالى كما هو ظاهر من كثير
 من الاخبار هو طريق الدعاء
 والمناجات

لكن لهما شرائط من حضور
 القلب والتوسل وقطع الزخا عن
 سواه والاعتماد الكامل عليه
 والتوجه في صغير الامور وكبيرها
 وقليلها وكثيرها الى سبحانه

والادعية الماثورة على نوحين
 منها الاوراد والادكار الموظفة
 لمفردة في كل يوم وليلة المشتملة
 على تجديد العقائد وطلب
 المقاصد والارزاق ودفع كيد
 الاعداء ومحو الك ويهي للمراء
 ان يجهت في حضور القلب والتوجه

و التصرع عند قوائها لکن یلزم ان
لا یترکھا ان لم یتصور ذلک

والثانی الحاجات و هی
الادعیة المشتمة علی صفوف
الکلام والتوبة والاستعانة

والاعتذار و اظهار الحب والتدلل
والانکسار و طس انه لا یسفی ان

یقرأ تلک الامع البکاء والتصرع
والخشوع التام و یسفی ان یتروحد

الاولات لها و لا یقرأ بدون ما ذکر
فوشہ الاستهزاء وسخریة و هذان

القسمان من الذعاء بهرکة اهل
البيت عدنا کثیرة لا یفی العرصة

باشغال عشر من اعشارها اما
القسم الاول فاکثرها مذکورة فی

مصباحی الشیخ الطوسی و
الکفعمی و کتابی النجات و

الاقبال لابن طائز فی صفی
التعقیبات و ادعیة الاسبوع و

ان دعاؤں کے پڑھتے وقت اس پر حضور قلب، توجہ
اور تضرع و زاری کی کیفیت طاری ہو لیکن اگر کسی
وقت یہ کیفیت طاری نہ ہو تب بھی لازم ہے کہ ان
دعاؤں کا پڑھنا ترک نہ کرے۔ لہٰذا فیہا فوائد
جمہد۔

مناجات کا بیان:

دوسری قسم مناجات ہے اور اس سے مراد وہ
خاص دعاؤں ہیں جو مختلف قسم کے کلام جیسے توبہ و
استغفار، استعاذہ و اعتذار، خلوص و محبت اور ذلت و
انکساری کے اظہار پر مشتمل ہیں میرا خیال ہے کہ
جب تک آدمی پر گریہ و بکا، خشوع و خضوع اور
تضرع و زاری کی خاص کیفیت طاری نہ ہو اس
وقت تک ان مناجاتوں کو نہ پڑھنا چاہیے اور اس
قسم کے اوقات و حالات کا خطر رہنا چاہیے ورنہ
ایسی کیفیت کے بغیر ان کا پڑھنا تسخر و مذاق
اڑانے کے مترادف ہے یہ دونوں قسم کی دعاؤں
اہلبیت نبوت کی برکت سے ہمارے پاس استقامت
بکثرت موجود ہیں کہ ان کے عشر عشر کے پڑھنے
کی بھی فرصت نہیں مل سکتی چنانچہ پہلی قسم کی دعاؤں

لے سرکار علامہ کے پر مغز کلام میں بڑا وزن ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کوشش کے باوجود وہ کیفیت
طاری نہ ہو تو پھر بھی بموجب الوجود فیہ من العدم (یعنی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے ان مناجات کا
پڑھنا فائدہ سے خالی نہیں ہے) (منہ علی عن)

اعمال اللہ و غیرہا والقسم
 الناس ايماء مشورة في عرض
 تلك الكتب وغيرها كالادعية
 الخمسة عشر والمناجات
 المعروفة بالامجيلة و دعاء كميل
 النخعي و غيرها و الضحيفة
 الكامنة جلها بل كلها في مقام الناس
 ثم ان بعض تلك الادعية يناسب
 حالة الحوف و بعضها للبلاء و
 بعضها للرخاء الى غير ذلك من
 الاحوال المختلفة التي ترد على
 الانسان فليكن ان يقرأ الانسان
 في كل حالة ما يناسبها من
 الادعية مع التدبر في معانيها
 والبكاء والتضرع فيها و ان
 اذا سكت هذا الملك ايقن
 انه اقرب الطرق الى الله تعالى و
 به يحصل مقاصد الذبا و
 الاخرة

مصباح المجتهد شیخ طوسی اور مصباح کفعمی اور جناب
 سید ابن طاووس کی کتاب کج ادعوات اور کتاب
 قرب میں تحقیق ست نماز، ہفتہ کی دعاؤں اور سال
 کے احوال کے ضمن میں مذکور ہیں اور دوسری قسم کی
 دعائیں بھی انھی یا ان جیسی دوسری کتابوں (جیسے
 زاد المعاد علامہ نجاشی اور مفتاح الجنان محدث تہی اور
 ہماری کتاب زاد العباد وغیرہ۔ میں نکھری پڑی
 ہیں۔ جیسے مناجات خمسہ عشر، مناجات النجیہ اور
 دعائے کمل وغیرہ اور صحیفہ کاند کی اکثر بلکہ تمام
 دعائیں اور مناجاتیں اسی دوسری قسم میں داخل ہیں
 چر یہ بھی خیال رہے کہ بعض دعائیں خوف و بیم،
 بعض بلا و مصیبت اور بعض تسکین و کشاکش وغیرہ
 مختلف انسانی حالات و کیفیات سے مناسبت رکھتی
 ہیں پس آدمی کو چاہیے کہ ہر حالت میں وہ دعا و
 مناجات پڑھے جو اس حالت کے مطابق ہے جب
 تم اس راستہ پر گامزن ہو گے تو تمہیں یقین حاصل
 ہو جائے گا کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کا
 قریب ترین راستہ یہی ہے اور اسی سے دنیا و
 آخرت کے مقاصد و مطالب حاصل ہوتے ہیں۔

لے بفضلہ تعالیٰ ہم نے ان ہر دو قسم کی دعاؤں اور مناجاتوں اور سہاں بحر کے سماں و عبادات اور زیارات
 قربات عالیات پر مشتمل ایک جامع کتاب مرتب کی ہے جس کا نام زاد العباد و یوم المعاد ہے (منہ غنی عنہ)

اخلاق حسہ اور اخلاق ستیہ کا بیان:

جاننا چاہیے کہ نفس انسانی کی سب سے بڑی سعادت اخلاق جمید و جمیلہ ہیں جیسے خلوص و پاکیزگی، جود و سخا، اخلاص و ایمان، عجزی و انکاری وغیرہ۔ وہ تمام اخلاق حسہ جو عقلاً و شرعاً مستحسن ہیں اور نفس انسانی کی سب سے بڑی مذلت اخلاق رذیلہ و رذیہ ہیں جیسے تکبر و نخوت، ریاء و سمع، غیظ و غضب اور حقہ دہیہ وغیرہ۔ مذکرات نفس جو عقلاً و شرعاً قبیح ہیں، پس انسان پر لازم ہے کہ اخلاق رذیلہ سے اپنے دامن کو بچانے اور اخلاق جمید سے اپنے آپ کو راستہ کرنے کی پوری پوری کوشش کرے۔

ثم اعلم ان اعظم معادلات النفس
الاخلاق الحسنة الرکبة من المحلوس
والطهارة والجود والتخاء
والاخلاص والمسکة والحکم
غیرہ من الاخلاق الحسنة التي
استحسنها الشرع والعقل والقوى
مهلكات النفس الاخلاق الذميمة
الرذیة من البخل والجبن والكبر
والغضب والرياء والغضب والحقد
غیرها من المهلكات الرذیة التي
استقبحها العقل والشرع فوجب على
الانسان النعمى فى التحلى عن الاخلاق
السنية والتعلی بالاطوار المرصنة

لہذا اخلاق جمید و جمید کی عظمت و اہمیت کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں ہے اس سلسلہ میں سرکار خاتم الانبیاء کا بھی ارشاد کافی ہے کہ اما بحث لا نعم مکارم الاخلاق مجھے اس سے بھیجا گیا ہے کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔ اس ارشاد میں سکھرت سلی غدیہ و سلمے پٹی بحث کا مقصد اور غرض و غایت ہی مکارم اخلاق کی تکمیل قر دی ہے حقیقت یہی ہے کہ انسان کی انسانیت کا درود اسی مکارم اخلاق و اطوار پر ہے۔

اقبل على النفس و استكمل فصائلها

فات بالنفس لا بالجسم انسان

اور اس سلسلہ میں علم الاخلاق کی مبسوط کتابوں کے علاوہ کھاری فقہی کتاب قوانین الشریعہ فی غیرہ اکثر یہی جلد اول کتاب الطہارت باب الاخلاق الحسنہ والیسیر کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ (منہ علی عند)

صوفیوں کی غلط روش و رفتار پر تنقید

صوفی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مقصد (اخلاق و زہد سے حقیقی اور اخلاقی جمید سے حقیقی) مالوف اور مرغوب چیزوں کے ترک کرنے، لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے، (ناپائز) مشقتیں جھیننے کمزور کنندہ، بھوک برداشت کرنے اور ہمیشہ جاگتے رہنے یا اس قسم کے دوسرے ان اعمال سے حاصل ہوتا ہے جن کی بجا آوری ان لوگوں کا طور طریقہ ہے۔

میں نے (صوفیوں میں سے) بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے (مذکورہ بالا) شدائد و تکالیف جھیلے ہیں مگر (بجائے اس کے کہ ان کے اخلاق جلیلہ بڑھتے اور اخلاق رذیلہ کم ہوتے) اُنہیں ان کے اخلاق سنیہ میں اضافہ ہو گیا ہے اور اخلاق حسہ کم ہو گئے ہیں کیونکہ (اس لحاظ قسم کی ریاضتوں اور چڑکشیوں کی وجہ سے) ان پر سودا کا غلبہ ہو جاتا ہے اس لیے ان کی ہر حقیقی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ کوئی شخص ان سے بات چیت نہیں کر سکتا اور ان کا عجیب و غریب من حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ یہ گمان فاسد کرنے لگتے ہیں کہ وہ انبیاء کے درجہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں اس لیے وہ تمام لوگوں کو برا سمجھتے ہیں اور ان سے وحشت و نفرت کرنے لگتے ہیں یہی کیفیت ان کے دوسرے صفات و حالات کی ہے لیکن

ورعت الصوفیۃ ایہما اما
بحصلان بشرک المألوفات
والاعتزال عن الخلق وارتکاب
المشاق و ملازمة الخوع
المثمک والسهر الذائم و سائر ما
هو طور هم و ذاتہم و انی وحدت
من یفاس تلک الشدائد مہم ترید
اخلاقہ الرذیلة و تقل اخلاقہ الحسنة
اذ یغلب علیہ السوداء فلا
یسکن لاحد ان یکلم مہم
بکلمۃ لواء خلقہم و یفوی
تکبرہم و غلبہم بحیث
یظنون انہم تجاوروا عن درجۃ
الانبیاء و یفصون جمیع الخلق
و یستوحشون مہم و کذا سائر
صفاتہم لکن لا یتظہر ذلک

للخلق لعدم معاشرتهم و
معاملتهم معهم

ان لوگوں کے یہ حالات عام لوگوں پر اس لیے ظاہر
نہیں ہوتے کہ ان کو ان کے ساتھ رہن سہن اور مین
دین کا اتفاق نہیں ہوتا۔ (یا اگر ہوتا ہے تو بہت کم)
اخلاقِ رذیلہ سے گلو خلاصی کرانے کا طریقہ

و غنی ان طریق معالجة ذالك

ان يتوسل الى الله تعالى في دفع
تلك الرذائل ثم يتعكر في سوء
عواقبها و عيوب نفسه و ردانة اصله
و ما ينهي اليه حاله و نقص اعماله
و ياتيه ثم يعالج كل خصلة بتعريف
النفس على ضدّها حتى يصير ضد
هالک مخلقا و عادة و في انشاء ذالك
يتلوه في الاخبار الواردة في دمعها و
مدح ضدّها و کتاب الکفر و
الايمان من الکافی مشحون بها

میرا خیال یہ ہے کہ مذہب اخلاق سے گلو خلاصی
کرانے کا (وہ طریقہ درست نہیں ہے جو صوفیوں
نے ضرر رکھا ہے بلکہ اس کا) صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ
آدمی کو چاہئے کہ سب سے پہلے تو ان صفاتِ رذیلہ
کے ازالہ کے سلسلہ میں خداوندِ عالم کی بارگاہ میں
رجوع کرے، پھر ان اخلاقِ رذیلہ کے مذہبِ انجام
اپنے نفس کے عیوب، اپنی اصل حقیقت کی روایت و
اہمیت، لہذا اپنے انجام اور اپنے اعمال و نیات کے
نقص ہونے میں غور و فکر کرے۔ بعد ازاں نفس کو
اس کی ہر نرمی صفت کی ضد یعنی اچھی صفت کے
اختیار کرنے پر آمادہ کرے یہاں تک کہ وہ صفت
اس کی خصلت و عادت بن جائے، اس اثناء میں ان
اخبار و آثار میں بھی براہِ غور و تدبیر کرتا رہے جو مذہب
اخلاق کی خدمت اور اچھے اخلاق کی مدحت میں وارد

۱۔ جناب امیر ملیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی بتدادہ طلبہ گندیہ ہو کہ جس کا ایک قطرہ خارج
ہونے سے فصل جنابت واجب ہو جائے اور تنجا وہ فرود ہو کہ جسے چھوٹے سے فصل میں میت واجب
ہو جائے اسے فکرم و ریزا کی کا دعویٰ کرتا زیب نہیں دیتا۔ (منہ غنی ص ۷)

مثلاً صاحب البخل یداعی نفسه
 بعد التوسل الیہ تعالیٰ و التصکیر فی
 ان المال لا یفعم بعد الموت
 والعطاء یفعمه و ان الله یخضعه ولا
 یخلف و غده ثم یتدبر فی الایات و
 الاخبار الواردة فی ذمه و برجر
 نفسه علی العطاء فی العریة
 الاولی بشق و فی النسیب یسهل الی
 ان یصیر العطاء لة عاده و علقاً لا
 یحکمه ترکہ و کذا صاحب الترفیع
 فی المجالس یعالج نفسه بعد ما
 ذکر بان یجلس مراراً و ان ما یلقی بہ
 من المجلس الی ان یصیر لہ علقاً و
 حکدا فی سائر الاخلاق و الفصل ما
 یقرأ فی التوسل دعاء ان
 الصحیفة الکاملة لمکارم الاخلاق

ہوئے ہیں۔ "اصول کافی باب الکفر والایمان اس
 قسم کی حدیثوں سے لبریز ہے۔ مثلاً ایک بخیل آدمی
 اپنے بخل کے سلسلہ میں خدا سے توسل ہونے کے
 بعد اس بات میں غور و فکر کرے کہ مرنے کے بعد مال
 سے فائدہ نہیں دے گا بلکہ اس کا (نیک کاموں
 میں) خرچ کرنا اس کو فائدہ دے گا اور اللہ اسے اس کا
 بدل دے گا اور خدا نے اس سے اجر و عوض کا جو وعدہ
 کیا ہے وہ ہرگز اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔
 پھر ان آیات و روایات میں تذکرہ کرے جو بخل
 کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں اور پھر اپنے نفس کو
 بخل پر سرزنش کرے تاکہ وہ عطا و بخشش پر آمادہ
 ہو جائے۔ چنانچہ پہلی بار اس پر بخشش شاق ضرور
 گذرے گی مگر دوبارہ آسان معلوم ہوگی یہاں تک کہ
 عطا و بخشش اس کی عادت بن جائے گی (پھر اسے
 عطا کرنے میں لطف محسوس ہوگا)۔ اسی طرح جس
 (مستکبر حجاج آدمی کو) عیاس وی قل میں بندہ جگہ پر
 بیٹھنے کی عادت ہے وہ اس کا عذر اس طرح کرے
 کہ پہلے (بخیل کے بارہ میں) مذکورہ بات امداد پر
 غور و فکر کرنے کے بعد (عمد) بار بار یعنی شان کے
 رائق منصب و مقام سے پست تر جگہ پر بیٹھنے کی
 کوشش کرے یہاں تک کہ یہ (خاکساری و
 انکساری) اس کی خصلت و عادت بن جائے۔ یہی
 ترکیب دوسرے تمام اخلاقی ردیلہ کو ذور کرنے اور

اخلاق حسنہ حاصل کرنے کے لیے سودمند ہے، اس سلسلہ میں بارگاہ ایزدی میں توسل و درخواست پیش کرنے کے بارے میں سب سے افضل دو دعائیں ہیں جو صحیفہ کامرہ میں موجود ہیں ایک اعانے مکارم الاخلاق دوسری دعاء ان ستعاذہ من سوء الاخلاق حقیقت یہ ہے کہ اگر شرعی عبادات کو ان کے مقررہ شرائط و آداب کے ساتھ بجا لایا جائے تو وہی اخلاق مہلکہ کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں (صوفیوں کی طرح) بدعات اور خود ساختہ وظائف کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ورنہ یہ فاسد کا دفاع الہد سے اور باطل کا ابطال و بطل سے ہوگا۔

نوافل اور نماز تہجد کا بیان:

اسے برادر ایمانی تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ نوافل یومیہ اور نماز تہجد فرائض یومیہ کی (کی) کے مشتم (تمام کنندہ) ہیں اور یہ پختہ اسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سنن میں سے ہیں جن کو آنحضرتؐ نے دار دنیا سے رخصت ہونے تک مدت العمر میں بھی ترک نہیں کیا اس لیے تم بھی انہیں ترک نہ کرو اور اگر بھی ترک ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی قضاء بجا لانا

والاستعاذۃ من سوء الاخلاق و
ملارعة العبادۃ بشرائطها کافیۃ فی
رفع تلك المهلكات ولا يحتاج
الاسان الی ارتکاب البدع
والشریعات فیکون دفعاً للفساد
بالافسد۔

ثم اعلم یا اخی ان النوافل
اليومية و صلوة اللیل منعمۃ
للغیر الص و هی من سنن النبی لم
یتروکھا الی ان مصلی من الذی فلا
تترکھا و ان ترکھا فاقضھا حیث
ما تیسرت

۱۔ متعدد روایات میں وارد ہے کہ جو شخص سنن و نوافل کو خفیف سمجھ کر بدعتہ نہیں پڑھتا سے بدور محشر
(ہذا مستخف لسنۃ رسول اللہ) کہہ کر بپاک جائے گا۔ (من غنی عنہ)

مستحکم روزوں کا بیان

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ماہ کی پہلی اور آخری
جسرات اور درمیانے عشرہ کے پہلے بدھ کو روزہ رکھنا
جائے کیونکہ یہ بھی آنحضرتؐ کے سن مقدسہ میں
سے ایک سنت ہے اسی طرح نماز شب کو اس کی
خصوصیت و اہمیت اور تصرف و زاری کے ساتھ ضرور یہ
روز کیونکہ رات کا یہ وقت بندے کے لیے اپنے
پروردگار کا قرب حاصل کرنے کا بہترین محل و مقام
ہے اور اس وقت دعا و رحمت اور سناجہ کا دروازہ کھلا
ہوا ہوتا ہے اور اس وقت خاطر جمع ہوتی ہے اور عمل
خلوص کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (چونکہ خدا کے سوا
اُس وقت اور کوئی شاذ و نادر ہی دیکھتا ہے) جیسا کہ
خدا فرماتا ہے: "رات کا اٹھنا ہے تو بڑی زحمت کا
حاجت مگر بات چیت کیسے بہت سوزوں ہے۔" نیز
اُس وقت لازم ہے کہ اپنے برادران ایمانی کے لیے
التفصیل (تام بنام) دعا کرو کیونکہ ایسا کرنا خود
تمہاری حاجت برآری کا بہت اچھا ذریعہ ہے جو کچھ
اپنے دینی بھائیوں کیسے طلب کرو گے اس کے دو
برابر بلکہ کئی گنا زیادہ خدا تمہیں اجر و ثواب عطا
فرمائے گا اور زندگی حیات بھی برلائے گا۔

تعقیبات نمازِ حنیفہ کا بیان

نمازِ صبح کے بعد تم پر (سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے

و علیک من الصوم بالخمیس
الاول والاخر والاربعاء الاولیٰ من
العشر الاوسط فانها ایضاً من سنہ
و علیک فی صلوة اللیل بالذعوت
و لتصرع والبکاء فان هذا الوقت
من اللیل محل قرب العبد من القرب
و باب الدعاء والرحمة و المناجاة
مفتوح والقلب مجتمع والعمل فیہ
القرب من الخلوص كما قال اللہ
تعالیٰ ان ناشئة اللیل ہی اشد وطأ و
اقوم قیلاً و علیک فی ذلک
الوقت بالدعاء لخواصک المؤمنین
تفصیلاً فانہ اقضى لحاجتک و
انت فیہ بمشی ما طلبت لہم بل
باضاعافہ

و علیک فی تعقیب صلوة

منقول اور ادو قہائف اور دعائوں کا پڑھنا اور ان پر مداومت کرنا لازم ہے کیونکہ اس وقت رزق تقسیم ہوتا ہے۔ بعد ازاں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے (تسبیحات اربعہ) پڑھے پر مداومت کرو (اور وہ یہ ہیں) سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کیونکہ یہ تسبیحات عرشِ عبادت و معرفت کے ستون ہیں۔ ہر سرکارِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام پر روز و سہرہ پچیس بار افضل ترین عمل ہے ہر درجہ ذیل اذکار اربعہ کو جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں کافی مقدار میں پڑھنے پر مواظبت کرو اور وہ یہ ہیں۔

محض اذکار و اوراد مسنونہ کا بیان

(۱) وسعت رزق اور تسہیل امور کیلئے

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

(۲) شکرِ ابراء اور شکرانہ سے حفاظت کیلئے

حَسْبُكَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

(۳) دنیا و آخرت کے محوم و غموم کے دفع کیلئے

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

(۴) دشمنوں کے کمر و فریب سے بچنے کیلئے

وَأَعِزُّهُنَّ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ

بِالْعِبَادِ

الْفَجْرِ يَا دَعْوَاتِ وَالْأَذْكَارِ

الْمَالُورَةِ وَالْمَوَاطِنَةِ عَلَيْهَا فَإِنَّ

تِلْكَ السَّاعَةَ سَاعَةٌ تَقْسِيمِ الْأَرْزَاقِ

وَعَلَيْكَ بَعْدَ ذَلِكَ لِي مُشَبِّكٌ

وَقِيَامُكَ وَفَعْدُكَ عِدَاوَتِهِ دَكْرٌ

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ فَإِنَّهَا أَرْكَانُ عَرْشِ

الْعِبَادَةِ وَالْمَعْرِفَةِ ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى

النَّبِيِّ فَإِنَّهَا الْفَضْلُ الْأَعْمَالِ ثُمَّ

مَوَاطِنَةُ قَلْبٍ وَابٍ مِنْ هَذِهِ

الْأَذْكَارِ الْأَرْبَعَةِ الْوَاردَةِ فِي الْقُرْآنِ

وَالْإِنْجِيلِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

اللَّهُ لَيْسَ بِالْأَمُورِ وَخَشِينَا اللَّهَ وَ

نِعْمَ الْوَكِيلُ لِدَفْعِ الْخَوْفِ مِنْ

الْأَعْدَاءِ وَالتَّشَدُّدِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

لِدَفْعِ هُمُومِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَعَنْهَا

وَأَقْوَضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ

بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ لِدَفْعِ كَيْدِ الْأَعْدَاءِ

ولا قل ما تواظب عليه من
الاذکار کل یوم

ان تصلى على محمد و آل
محمد مائة مرة و في يوم الجمعة و
ليلتها الف مرة

و ان تقول كل يوم ثلث مائة و
ستين مرة عدد عروق الجسد
الحمد لله رب العلمين على كل
حال و ان قرأت دالك عدد كل
صباح و مساء فهو الفصل

و قل في كل يوم استغفر الله
سبعين مرة و اتوب الى الله سبعين
مرة و اكثر في الاستغفار فانه يكفر
الذنوب و يرمد في الزرق و في
الاولاد

و اقراء كتابا من التسيحات
الاربعة للشيخ مرة

و قل كل يوم مائة مرة لا اله الا
الله الملك الحق المنين و ان
تغفر فستغفر

و قل كل يوم مائة مرة لا حول

اذکار و اوراد کی کم از کم وہ مقدار جو ہر روز پڑھنی
چاہئے وہ یہ ہے۔

(۱) سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر ہر روز ایک سو بار
اور شب و روز جمعہ میں ایک ہزار بار درود و سلام

(۲) ہر روز جسم کی بڑی بڑی رگوں کی تعداد کے
مطابق تین سو ساٹھ مرتبہ

الحمد لله رب العلمين على كل حال
اور اگر ہر صبح و شام یہ مقدار پڑھی جائے تو افضل ہے

(۳) ہر روز ستر بار استغفر الله اور ستر بار اتوب
الى الله۔ جس قدر ہو سکے، مستغفر زیادہ کرو کیونکہ
یہ بخشش گناہاں، وسعت رزق اور کثرت اولاد کا
باعث ہے۔

(۴) تسیحات اربعہ (ہر نمبر کے بعد) میں مرتبہ

(۵) ہر روز سو مرتبہ لا اله الا الله الملك
الحق المنين اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم تیس
مرتبہ پڑھنا ترک نہ کیا جائے۔

(۶) ہر روز سو بار لا حول ولا قوة الا بالله کا

وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

درا گیا جائے

وَقُلْ كُلُّ يَوْمٍ عَشْرَ مَرَّاتٍ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْهَـ وَاللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْهَـ وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا

وَقُلْ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَغُرُوبِهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْهَـ وَاللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْهَـ وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا

عَشْرَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللَّهِ الشَّيْخِ الْعَلِيِّ مِنَ هَمَّاتِ الشَّيَاطِينِ وَاعْتَصِرُوا بِأَعْوِذِ اللَّهِ أَنْ يَخْضَعُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ فَاتَمَّ قُدُورُ فِي الْأَعْيَارِ انْهَمَا مُنْتَانِ وَاجْتَانِ وَادَا سَيْنَهُمَا فِي وَقْتَهُمَا فَاقْضِيهِمَا

وَقُلْ مِائَةَ مَرَّةٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَأَنْ لَمْ تَقْلُرْ فَمِائَةَ مَرَّاتٍ فَانْهَاجَ مِنْ سَبْعِينَ نَوْحًا مِنَ الْبَلَاءِ

(۱۰) نماز صبح اور مغرب کے بعد سو بار بسم اللہ الرحمن الرحیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم سات بار ضرور پڑھو کیونکہ یہ ذکر ستر قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں سے باعث اس واپس ہے۔

و اکثر فی قراۃ سورۃ قل هو
لہ احد و اما اسراء فی لیلۃ القدر
و ان قدرت ان تقرأ اما اسراء فی
لیلۃ مائۃ مرۃ فافعل

و قراۃ آیۃ الکرسی و شہد اللہ
و قل اللہم و سورۃ الحمد و قل هو
لہ احد بعد کل صلوۃ و قد ورد
علی جمیع ما ذکر لک الاخبار و
لا شک ان کت مؤماً باہل بیت
بینک انہا الفصل من الاوراد
المتحیۃ الی الفہا حلالہ من
اسحابہن المتدعین من اہل اللہ
التارکین الاقتداء باہل البیت
و عینک بصلوۃ جعفر بن ابی
طالب و قلہا کل اسوع مرۃ و عد
الشہائد فانہا مجربۃ لقضاء
الحوائج و علیک بتحصیل کتب
الدعاء و الاعمال المخصوصۃ بالانام
و التیالی فان لکل منها تاثیراً خاصاً

(۳) نیز ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی، بیت شہد اللہ
اللہ لا الہ الا هو۔ آیت قل اللہم مالک
الملک سورۃ حمد اور سورۃ قل ہوا تعداد پڑھو۔
اوپر جو کچھ اور اور اذکار بیان کیے گئے ان
سب کے حلق معصومین کے اخبار و آثار وارد
ہوئے ہیں اگر تمہارا الہم نبوت پر ایمان ہے تو
تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وظائف اور افتتاحیہ
(اور دعائے حق اور دعائے بیخ لعرش وغیرہ) سے
بدرجہ بہتر و برتر ہیں جو اہل سنت کے چند جاہل
بدعتی اور خاندان نبوت کی اقتداء کے تارک لوگوں
کے مرتب کردہ ہیں

اسی طرح تم پر نماز جعفر بن ابی طالب (علیہ السلام)
کی بیجاوری بھی لازم ہے، کم از کم ہفتہ میں ایک بار
اور شہداء و مصائب کی یقین کے وقت سے (بار
بار) پڑھنا چاہیے کیونکہ حاجت برتری کیسے اس کا
پڑھنا مجرب ہے۔ نیز تم پر ان کتابوں کی جمع بندی
بھی لازم ہے جن میں عام دعاؤں کے علاوہ ان
اعمال کا بھی تذکرہ ہے جو شب و روز کے ساتھ متعلق
میں کیونکہ ان اعمال میں سے ہر ایک عمل کا قرب

فِي التَّقَرُّبِ إِلَى اللَّهِ

وَالْيَاكُوفِ بِاتِّبَاعِ الْأَعْمَالِ الَّتِي

لَمْ تَرَهَا فِي الْكُتُبِ الْمَعْتَبَرَةِ مِنْ

أَخْبَارِ الشَّيْخَةِ فَإِنَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

قَلِيلٌ فِي سُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ كَثِيرٍ فِي بَدْعَةٍ

وَعَلَيْكَ بِقَنَةِ الْأَكْلِ وَالْوَمِّ لَا

تَرْكُ الْحَيَوَالِي أَوْ شَيْءٍ مِمَّا أَنْعَمَ

اللَّهُ بِهِ عَلَيْكَ وَلَا يَحِثُّ بِسُوءِ

وَلَا تَقْدِرْ عَلَى الْعَمَلِ فَإِنَّ الْبَدَنَ

مَطْلَبُكَ وَتَحْتَاجُ إِلَى تَقْوِيَتِهِ

لِلْأَعْمَالِ الْكَثِيرَةِ وَعَلَيْكَ بِالنَّهْيِ

فِي حَلِيَةِ أَكْلِكَ وَمَلْبَسِكَ وَبُعْدِ

هَمِّكَ مِنَ الشَّهَوَاتِ بِإِلْجَامِ جَمِيعِ مَا

تَصْرِفُهُ لِنَفْسِكَ أَوْ وَجْهِهِ الْبَرِّ

وَعَلَيْكَ بِقَنَةِ مَصَاحِبَةِ

الْفَاسِقِينَ وَالظَّالِمِينَ وَمَعَاشِرَتِهِمْ

فَإِنَّ لِمَصْحَبَتِهِمْ تَأْثِيرًا عَظِيمًا فِي

فَسَادَةِ الْقَلْبِ وَبُعْدِكَ عَنِ اللَّهِ إِلَّا

خداوندی حاصل کرنے میں ایک خاص اثر ہے۔

خود ساختہ اور ادنیٰ مذمت۔

غیر دارانِ اعمال کو ہرگز نہ بجالانا جن کو شیعہ کی

کسبِ معتبرہ میں نہ پاؤں۔ جنابِ رسولِ خدا کا ارشاد ہے

کہ سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل، بخلاف سنت (بطور

بدعت) بہت سے عمل سے (بدتر جہاں) بہتر ہے۔

نیز یہ حدایات:

تم پر تھوڑا کھانا اور تھوڑا سونا لازم ہے نیز یہ کہ

حیوانات کا کھانا اور حلال اور جائز نعمتوں کا استعمال

یا نکل ترک نہ کر دینا جس سے تم اس قدر کمزور ہو جاؤ

کہ عمل بھی نہ بجالا سکو کیونکہ بدن تمہاری سواری ہے

اور بہت سے اعمال و عبادت کیلئے تم اس کی تقویت

کے محتاج ہو۔ نیز کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں

بلکہ ان تمام چیزوں میں جنہیں تم اپنے ذاتی مصارف یا

کسی ننگی کے کام میں صرف کرتے ہو یہ سستی و کوشش

زم ہے کہ وہ حلال ہوں اور کھجیات سے دور ہوں۔

اچھے ہمنشین کے اوصاف

اسی طرح جتنا ہو سکے فاسقوں اور ظالموں کی

محبت اور ہمنشینی کم کرو کیونکہ اس محبت کو تو دستِ قلبی

اور خدا سے زوری میں بڑا دخل ہے۔ ہاں البتہ اگر

تمہاری غرض یہ ہے کہ ان کو نیکی کی ہدایت کرو یا کسی

مظلوم سے (ان کے) ظلم کو دور کر دیا (ان سے) ترک تعلق میں جان یا مال کا خوف ہو (تو ان صورتوں میں ان سے ظاہری میل جول رکھنا جائز ہے۔) نیز ضروری ہے کہ کچھ ایسے ہمیشہ اختیار کرو جن کی ہمتیں تمہارے لیے آخرت سوار نے میں مددگار ہو۔ ہر شخص کی صحبت میں نہ بیٹھو کیونکہ اکثر اہل زمانہ وہ ہوتے ہیں جن کی صحبت دین دنیا میں ضرر دہاں ہوتی ہے۔ (دارد ہے کہ) حواریین نے جناب عیسیٰ کی خدمت میں عرض کیا "یا روح اللہ! ہم کس کی ہم نشینی اختیار کریں؟" فرمایا اس کے پاس بیٹھو جس کا دیکھنا تمہیں خدا یا دلائے، جس کی گفتگو تمہارے علم کو بڑھائے اور جس کا عمل تمہیں آخرت میں رغبت دلائے۔ اور چاہیے کہ تم غیر ضروری باتوں میں دخل دینے کی بجائے خاموشی اختیار کرو۔

مداخلت فی الدین سے اجتناب کی تلقین بغیر دینی علم کی بصیرت کے حلال و حرام کے حکام میں لب کشائی نہ کرو کیونکہ فتویٰ دینے وال شخص جہنم کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے (کہ ادھر تعویذی ہی نغرش ہوئی اور ادھر جہنم میں گرا۔) خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا پر افترا پر زنی کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ نیز فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ

ان تجد فی نفسک ان غرضک ہدایتہم او دفع ظلم عن مظلوم او کنت لتقی مہم و علیک ان تحار من تحالسه و تصحبه و یکون معاً الی اخر تک ولا تصاحب کل من تراه فان صحبة اکثر اہل دمانک نصر بدبک و ذبک قال الحواریون نعسی علیہ السلام یا روح اللہ من مجالس قال من یدکرکم اللہ رؤیتہ و یریدکم فی العلم منطقہ و یرغبکم فی الاخرة عملہ

و یہی ان نکت عملا ہمیک ولا تنکلم فی الحلال و الحرام بغیر علم فان المعنی علی شغیر جہنم و قد قال اللہ تعالیٰ ان الیہین یفترون عسی اللہ انکذب لا یفلحون و ایضاً قال و یوم القیمة تری الذین کذبوا علی اللہ

و جوہم مسودہ

و ینفی ان تغتم صحبة العلماء
الزہاتین و تاخذ عنہم معالم دینک
و تلالی الزاہدین بل المتعبدین
کثیراً لیعظک اعمالہم و اقوالہم و
اطوارہم و انیاک ان تظن
بالمؤمنین الاخیراً و علیک ان
تحمّل کل ما تری منہم علی
المعامل الصحیحة الحسنة و
علیک بذکر اللہ عند البلیا
والصبر علیہا و عند النعم
فتشکر ربک فیہا و عند
الطاعة فتعملہا و عند المعصية
فتترکها مخافة اللہ عزوجل و
علیک بمطالعة الاخبار الواردة فی
صفات المؤمنین و المتقین
خصوصاً خطبة امیر المؤمنین النبی
القائم علی ہمام و قد کتب والدی
العلامة علیہا شرحاً جامعاً فعلیک

بولتے ہیں تم پر روز قیامت دیکھو گے کہ ان کے
چہرے سیاہ ہو گئے۔ (الغیاظ باللہ)
صحبت علماء و زہاد کا بیان:
علماء ربانین کی صحبت کو قیمت سمجھو اور ان سے
دینی معلومات حاصل کرو اور زاہدوں بلکہ عام
عبادت گزاروں سے (میل ملاقات رکھو) تاکہ ان
کے اعمال، اقوال اور اخلاق و اطوار سے چند نصیحت
حاصل کرو۔ خیر دار! اہل ایمان کے متعلق کبھی بدگمانی
نہ کرو بلکہ ان سے حسن ظن رکھو اور ان کے ہر قول و
فعل کو اچھے محل پر محمول کرو اور ہلاہ و مصیبت و نعمت و
راحت اور اطاعت و معصیت غرضیکہ ہر حال میں خدا
کو یاد کرو لہذا مصیبت پر صبر اور نعمت پر اس کا شکر کرو،
طاعت کے کام کو بجا لاؤ اور معصیت کو خوف خدا کی
وجہ سے ترک کرو، نیز مؤمنین و متقین کے اوصاف
میں جو اخبار وارد ہوئے ہیں ان کا ضرور مطالعہ کرو
بالخصوص جناب امیر المؤمنین کا (وہ بے مثال) خطبہ
جو انہوں نے جناب ہمام کی استدعا پر متقین کے
صفات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے جسکی بڑی
جامع شرح میرے والد عظام (مثلاً محمد تقی مجلسی) نے
تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ ضرور کرو (جو شیخ البلاغہ
میں موجود ہے)۔

۱۔ انہوں نے وہ شرح تا حال زیر طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ (لعل اللہ بحدث بعد ذالک
امراً) (منہ غنی عنہ)

بمطالعہ

اکابر حقیقت:

ثم اعلم يا اخي ان ما القيت اليك في هذه الرسالة اخذتها كلها من معادن النبوة و ما اقول من تلقاء نفسي و اتيك ان تظن بالوالد العلامة نور الله ضريحه انه كان من الصولية و يعتقد مسالكهم و مذاهبهم حاشاه عن ذالك و كيف يكون كذالك و هو كان انس اهل زمانه باخبار اهل البيت عليهم السلام و اعلمهم و اعمالهم بها بل كان يسلك مسالك الزهد و الورع و كان في بدو امره يتسنى باسم التصوف ليرغب اليه هذه الطائفة و لا يتوحشوا منه فيروهم عن تلك الا قاريل الفاسدة و الاعمال المبتدعة و قد هدى كثيراً منهم الى الحق لهذه المجادلة الحسنة و لعمري في

برادران ایمانی کو معلوم ہوتا چاہیے کہ میں نے جو کچھ (عقائد و حقائق) اس رسالہ میں بیان کیے ہیں وہ سب میں نے معدن نبوت یعنی خاندان رسالت سے حاصل کیے ہیں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔ خیال رکھنا والد علامہ (عہد ان کی قبر کو موقوف فرمائے) کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ صوفیوں میں سے تھے اور ان کے مسلک و مذہب پر اعتقاد رکھتے تھے، ہرگز ایسا نہیں بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ وہ تمام اہتمام زمان سے زیادہ اخبار اہل بیت کے ساتھ مانوس تھے، اور سب سے زیادہ عالم باعمل، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ زہد و ذریع اور پرہیزگاری کے مسلک پر گامزن تھے ہاں البتہ ابتدا میں اپنے آپ کو صوفیت کے نام سے اس لیے موسوم کرتے تھے کہ یہ گروہ ان کی طرف راغب ہو اور ان سے وحشت نہ کرے تاکہ اس حیلے بہانے سے ان کو ان کی اقاویٰ فاسدہ اور اعمال خود ساختہ سے باز رکھ سکیں چنانچہ انھوں نے اس مجادلہ حسنہ سے بہت سے لوگوں کو حق و حقیقت کی طرف ہدایت کی لیکن جب آخر عمر میں انھوں نے دیکھا کہ یہ مصلحت ختم ہو گئی اور منالائ و طغیان کے نشان بظاہر بلند ہو گئے ہیں اور گروہ شیطان غالب آ گیا ہے اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ کھلم کھلا دشمن ہیں تو انھوں نے ان

آخر عمره ان تلك المصلحة قد
ضاعت و رفعت اعلام الضلال
والظلمان و غلبت احزاب الشيطان
و علم انهم اعداء الله صريحاً تيراً
منهم و كان يكفرهم في عقائدهم
الباطلة و انا اعرف بطريقته و عندي
عطوطة في ذالك و لكن هذا
آخر ما اردنا ابراده في هذه الرسالة
و ارجو من فضل الله تعالى ان
ينفعك بما القيت اليك و القمى
منك ان لا تنساني في مظان اجابة
الدعاء و لقنا الله و اياك لما يحب
و يرضى و جعلنا و اياك ممن
يذكر لتتفعه الذكرى و السلام على
نبي الهدى و آله العظماء.

سے بیزاری اختیار فرمائی اور ان کے عقائد باطلہ کی
وجہ سے ان کی تکفیر بھی فرماتے تھے۔ میں سب لوگوں
سے زیادہ ان کے طریقہ سے واقف ہوں (لان
اهل البیت اخری بما فی البیت) اور اس
سلسلہ میں میرے پاس ان کے کئی مکتوبات بھی موجود
ہیں ہم اس رسالہ میں جو کچھ لکھنا چاہتے تھے اس تحریر
کو اس کا آخر ہونا چاہیے، مجھے خدا کے فضل و کرم سے
امید کامل ہے کہ میں نے جو کچھ یہاں پیش کیا ہے وہ
اس سے ضرور تمھیں فائدہ پہنچائے گا۔ تم سے التماس
ہے کہ اجابت دعا کے اوقات میں مجھے دعائے خیر
سے بھی فراموش نہ کرنا (اور یہی اس احقر مترجم
و شارح کی قارئین کرام سے استدعا ہے۔)

خداوند عالم ہمیں اور تمھیں اپنی پسندیدہ باتوں
کے بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور تمھیں
ان لوگوں سے بنائے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں
اور نصیحت ان کو فائدہ بھی پہنچاتی ہے۔ درود و سلام
ہو، رشد و ہدایت کے نبی اور ان کی عظیم الشان آل پر
و السلام علیکم و رحمة الله و بركاته و
آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔



مترجم و محقق

حضرت آیت اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسن نجفی

کتابخانه جامعہ اسلامیہ دارالافتاء دارالحدیث دارالعلوم دیوبند

میں نے اس سے کہا: "جی ہاں، میں"

الحمد لله الذي هدانا لهذا هذا كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

اسلام اور معاشرہ کے مسائل پر روشنی ڈالنے کے لیے لکھی گئی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ